https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شوکی سیریز ۱۸

کایا پلٹ

اشتیاق احمد

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

دو باتیں

کچھ پڑھنے والوں کو کہنا ہے کہ میں دو باتیں بالکل اوٹ پٹانگ لکھتا ہوں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ دو باتیں سنجیدہ ہرگز نہیں ہونی چاہییں۔ ان میں اوٹ پٹانگ باتیں ہی اچھی لگتی ہیں۔ کچھ اور لکھتے ہیں کہ دو باتیں کا نہ کوئی سر ہوتا ہے نہ پیر، بعض اوقات باتیں سمجھ میں نہیں آتیں — ایک صاحب نے خیال ظاہر کیا ہے، دو باتیں میں محاوروں کی ٹانگ توڑی جاتی ہے اور بس — کیا محاوروں کی ٹانگیں توڑے بغیر دو باتیں نہیں لکھی جا سکتیں — ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ دو باتیں لکھتے ہیں، اس سے تو بہتر ہے کہ لکھا ہی نہ کریں اور یہ صفحہ بھی ناول میں شامل کر دیا کریں۔ اس طرح ہمیں [illegible] ایک صفحہ ناول تو زیادہ [illegible] کرے گا۔ زیادہ تر [illegible] یہ ہے کہ یہ دو باتیں پڑھ کر [illegible] جاتا ہے [illegible] تو سب سے پہلے پڑھتے [illegible] دو باتیں [illegible] آپ نے [illegible] پڑھنے والوں [illegible] — اب ذرا [illegible] خیال بھی [illegible] کہ یہ دو باتیں بس دو باتیں ہوتی ہیں —

[illegible]

نکل جاؤ

"شوکی صاحب! آپ اس آدمی کو جانتے ہیں؟" ارشد نے سڑک کی طرف اشارہ کیا۔

"بھئی تمہیں ہزار بار کہا ہے، مجھے شوکی صاحب نہیں، شوکی بھائی کہا کرو، لیکن تم ہو، ایک کان سے سُن کر دوسرے سے نکال دیتے ہو۔" میں نے جل بھن کر کہا۔

"اور کیا — دونوں کانوں سے سُن کر ناک یا منہ سے نکالو تو کوئی بات بھی ہے۔" آفتاب مسکرایا۔

"آفتاب — میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"نہیں تو — میں نے تو ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔" آفتاب گڑبڑا گیا۔

"ہاں تو شوکی بھائی — میں اس آدمی کی بات کر رہا تھا۔" ارشد بے چینی کے عالم میں بولا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"چلو بتاؤ۔ کیا خاص بات ہے اس آدمی میں۔ اور ہاں۔ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔" میں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"یہ ایک کروڑ پتی تھا اور اب۔" اس نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔ ہماری نظریں اس پر جم گئیں۔ وہ سڑک کے دوسری طرف فٹ پاتھ پر بیٹھے نان چھولے والے کے پاس بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کی پوری توجہ کھانے پر تھی۔ گویا اسے کھانے سے زیادہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔

"تم سے کیا کہا ارشد۔ یہ کروڑ پتی تھا؟"

"جی ہاں۔ لیکن اب یہ فٹ پاتھوں پر روٹی کھاتا ہے۔" اس نے سرد آہ بھری۔

"تو یہ غریب کیسے ہو گیا۔" اشفاق حیران ہو کر بولا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھائی جان۔" اخلاق جلدی سے بولا۔

"کیوں، پوچھنے کی بات کیوں نہیں ہے۔ اور تمہارے خیال میں پوچھنے کی بات کیسی ہوتی ہے۔" میں نے اسے گھورا۔

"یہ جوا کھیلنے لگ گیا ہو گا۔ یا اس نے کسی ایسے کاروبار میں روپیہ لگا دیا ہو گا جس میں اسے مکمل طور پر نقصان ہو گیا۔" اس نے کہا۔

"لیکن۔ ارشد کے کہنے کا انداز اور ہے۔ وہ ہمیں کچھ اور بتانا چاہتا ہے۔"

"کیوں ارشد۔ تم کچھ اور بتانا چاہتے ہو۔"

"جی ہاں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کسی کو بھی معلوم نہیں۔ یہ شخص کروڑ پتی سے بھکاری کس طرح بن گیا۔"

"کیا مطلب!" ہم چاروں چونک کر بولے۔

"اور یہ صرف چند ماہ میں ہوا۔ یعنی صرف ایک سال پہلے اس کے پاس کروڑوں روپے تھے۔ یہ شاندار کوٹھی میں رہتا تھا، لیکن اب ایک کوٹھری نما مکان میں رہتا ہے۔ نہ کوٹھی پاس رہی نہ کار۔"

"تب پھر یہ ضرور سمگلنگ وغیرہ قسم کا کام کرتا رہا ہو گا۔ اس کا سارا مال پکڑا گیا ہو گا۔" اخلاق نے خیال ظاہر کیا۔

"خیال زور دار ہے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔" اشفاق بول پڑا۔

"کتنے ہارس پاور کا زور ہے اس میں۔" آفتاب جل کر بولا۔

"ارشد! تم نے اس آدمی کے بارے میں ہمیں بتانے کی ضرورت کیوں محسوس کی۔" میں نے اس کی طرف بغور دیکھا۔

"مم۔ میں۔ میں نے۔ دراصل میں چاہتا ہوں۔ اس مرتبہ آپ اس کا کیس حل کریں۔" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"اور ہماری فیس تم دو گے؟" آفتاب جل کر بولا۔

"اوہو۔ آج تو کمرے میں داخل ہوتے ہی فیس کا لفظ کان میں پڑا ہے۔ گویا آج کا دن مبارک ہے۔" امی جان نے اندر

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

داخل ہوتے ہوئے پُرجوش آواز میں کہا۔

"ارے ارے۔ امی جان۔ آپ بھول رہی ہیں۔" آفتاب بول اٹھا۔

"کیا بھول رہی ہوں۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ۔ اندر داخل ہوتے ہوئے۔ آپ ہمیشہ یہ کہا کرتی ہیں۔ دو کو! تم کسی کام کے بھی ہو یا۔"

"چپ رہو۔ آج تمہیں میں یہ جملہ نہیں کہہ سکتی۔" انہوں نے سہمی آواز میں کہا۔

"جی۔ کیا۔ مطلب۔ کیوں نہیں کہہ سکتیں۔"

"اس۔ اس لیے کہ آج تمہارے ابا جان مجھ سے بالکل یہی جملہ کہہ چکے ہیں۔"

"جی۔ کیا مطلب۔ ہم سمجھے نہیں۔" اخلاق نے بوکھلا کر کہا۔

"انہوں نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا۔ بیگم تم کسی کام کی بھی ہو۔ یا بالکل نکمی ہی ہو۔"

"اوہ۔ ارے۔" ہم دبی دبی آواز میں چلائے۔

"لیکن انہوں نے ایسا کیوں کہا۔" میں حیران ہو کر بولا۔

"میں کیوں ایسا کہتی ہوں۔" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولیں۔

"جی۔ جی بھلا ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ آپ ایسا کیوں کہتی ہیں۔"

"بیگم۔ یہ تم ان سے کیوں جھگڑ رہی ہو۔" اتنے میں ابا جان بھی

دفتر میں داخل ہو گئے۔

"بھیجیے۔ بھلا میں ان سے کیوں جھگڑنے لگی۔" وہ ان کی طرف الٹ پڑیں۔

"ابا جان۔ آپ اس شخص کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ۔ جو سامنے فٹ پاتھ پر بیٹھا روٹی کھا رہا ہے۔"

ابا جان نے چونک کر ادھر دیکھا۔ پھر قدرے حیرت بھرے انداز میں بولے:

"اوہو۔ یہ تو سہراب بھائی ہے۔"

"جی کیا فرمایا۔ یہ آپ کے بھائی ہیں۔ یعنی ہمارے چچا جان۔ اف اللہ۔ آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا کہ ہمارے ایک عدد چچا جان بھی ہیں۔" آفتاب نے حیرت زدہ انداز میں جلدی جلدی کہا۔

"یہ۔ یہ بات تو انہوں نے آج تک مجھے بھی نہیں بتائی۔" امی جان بوکھلا اٹھیں۔

"اوہو۔ کیا مصیبت ہے۔ بھئی۔ میرا بھائی وائی ہرگز نہیں۔ اس کا نام ہی یہ ہے۔ سہراب بھائی۔" ابا جان جھلا اٹھے۔

"اور آپ سہراب بھائی کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

"یہ کہ یہ شخص چند ماہ پہلے کروڑ پتی تھا۔ لیکن اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔"

"اور اس کی کروڑوں روپے کی دولت، کوٹھی، کار۔ یہ سب کچھ

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

کہاں گیا؟"

"وہ سب کچھ اس نے صبوری میاں کو دے دیا۔" انہوں نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن کیوں۔ کیوں دے دیا۔ اور یہ صبوری میاں کون ہے؟"

"اس کی وجہ کسی کو معلوم نہیں۔ نہ یہ کسی کو بتاتا ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"تب تو معاملہ بہت دلچسپ ہے۔ کوئی اپنی کروڑوں کی دولت بھلا اس طرح کسی کو دیتا ہے، اس میں ضرور کوئی راز ہے۔" اخلاق بے چین ہو گیا۔

"یہی تو میں کہتا ہوں۔ اس لیے تو میں نے آپ لوگوں کی توجہ اس کی طرف دلائی ہے۔"

"کیا اس سلسلے میں اخبارات میں کچھ شائع نہیں ہوا۔"

"بس ایک بالکل چھوٹی سی خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ سہراب بھائی نے اپنی دولت ایک شخص صبوری میاں کو دے دی۔ کیوں دے دی۔ وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ اخبارات والے چھان بین اس لیے نہیں کر سکے کہ سہراب بھائی کچھ بتانے پر تیار نہیں تھے اور نہ ہی صبوری میاں نے کچھ بتایا۔ بس اتنا کہا کہ اگر اخبارات نے اس خبر کو اچھالا تو وہ ان پر مقدمہ کر دے گا۔ شاید اس لیے کچھ شائع نہیں ہو سکا۔"

"عجیب بات ہے۔ آخر سہراب بھائی نے ایسا کیوں کیا۔" اشفاق

بڑبڑایا۔

"کیوں نہ چل کر معلوم کریں۔" آفتاب بولا۔

ہم نے فٹ پاتھ کی طرف دیکھا۔ لیکن سہراب بھائی ہمیں کہیں بھی نظر نہ آیا۔ وہ جا چکا تھا۔

○

"لو بھئی وہ تو چلا بھی گیا۔" اشفاق نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"تو کیا ہوا میں اس کا گھر جانتا ہوں۔" ارشد جلدی سے بولا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم اس سے ملیں گے۔"

"کیا فائدہ۔" امی جان نے بُرا سا منہ بنایا۔

"جی کیا مطلب!" میں نے چونک کر کہا۔

"وہ کچھ بتائے گا نہیں۔ گویا نہیں اس معاملے میں تفتیش کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ صبوری میاں کو ضرورت کیا ہے کہ تمہیں کچھ بتائے۔ لہٰذا تم بلاوجہ دھکے کھاتے پھرو گے۔ ملے گا کچھ نہیں۔" امی جان جلدی جلدی کہہ گئیں۔

"ہوں، بات تو آپ کی بھی ٹھیک ہے، لیکن امی جان۔ ہم اپنی طبیعت کو کیا کریں۔" میں نے کہا۔

"طبیعت کو کچھ کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔" وہ بولیں۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"یہ ہمیں چین نہیں لینے دے گی۔" اخلاق بولا۔

"گگ... کون؟" امی جان ہکلا اٹھیں۔

"طلعت۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"لاحول ولا قوۃ۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گئیں۔

"آؤ بیگم چلیں۔ اب یہ ہمیں مانیں گے۔" ابا جان مسکرائے۔

"اسی لیے تو کہتی ہوں۔ یہ کسی کام کے بھی ہیں۔"

"بس بس۔ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔" ابا جان نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، پھر دونوں مسکراتے ہوئے اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

"چلو ارشد، ہمیں اس کے گھر تک لے چلو۔"

"جی۔ چلیے۔" وہ بولا۔

ہم پانچوں ایک ٹیکسی میں لد پھند گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ہمارے پانچ ہونے پر کوئی اعتراض نہ کیا اور نہ کسی کانسٹیبل نے روکنے کی ضرورت محسوس کی، یہاں تک کہ ہم ایک تنگ سی آبادی میں داخل ہوئے۔ یہاں ہر طرف کچے پکے مکانات تھے۔ ایک سڑک کے کنارے اتر کر ہم تنگ گلی میں داخل ہوئے۔ ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے ارشد رک گیا اور دستک دی۔

"لیکن بھئی ارشد، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہیں سہراب بھائی کے اس گھر کا کس طرح پتا ہے، جب کہ چند ماہ پہلے تو وہ یہاں رہتا بھی نہیں ہوگا۔"

"اس گھر کی وجہ سے ہی تو مجھے اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔ دراصل یہاں میرا ایک کلاس فیلو رہتا ہے، میں ایک دن اس سے ملنے آیا تھا، اسی وقت سہراب بھائی اس گھر سے نکلا اور میرا دوست مجھے اس کے بارے میں بتانے لگا۔"

"اوہ۔ تو یہ۔" آفتاب کا جملہ درمیان میں رہ گیا۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور اسی ادھیڑ عمر آدمی کا چہرہ دکھائی دیا، جسے ہم فٹ پاتھ پر روٹی کھاتے دیکھ چکے تھے۔ ہمیں حیرت زدہ انداز میں دیکھتے ہوئے اس نے کہا:

"کیا بات ہے بھئی۔ کون ہو تم لوگ۔ میں اب تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔ اب میں کروڑپتی نہیں رہا۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم آپ سے کچھ مانگنے نہیں۔ ملنے آئے ہیں، یہ اندازہ تو ہر کوئی لگا سکتا ہے کہ اس مکان میں رہنے والا آدمی کروڑپتی نہیں ہو سکتا۔"

"اچھا اچھا۔ تو تم لوگ مجھ سے ملنے آئے ہو۔ لیکن کس لیے۔ کس سلسلے میں۔ تم ہو کون؟"

"ہم۔ یعنی کہ ہم۔" آفتاب بولا۔

"ہاں، آپ ہی سے پوچھ رہا ہوں۔ میرے گھر کا دروازہ آپ نے ہی تو کھٹکھٹایا ہے۔ فرشتوں نے تو کھٹکھٹایا نہیں کہ میں ان سے

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

پوچھوں گا" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہاں ۔ یہ بھی ٹھیک ہے ۔ تو سنیے ۔ ہم شوکی برادرز ہیں۔"

"یہ کیا نام ہوا؟"

"یہ ہمارا مجموعی نام ہے، ویسے ہمارے الگ الگ نام بھی ہیں۔"

"الگ الگ نام کیا ہیں؟" اس نے ہمیں گھورا۔

"شوکی، اشفاق، اخلاق، آفتاب اور یہ ارشد ہے۔" میں نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔"

"شاید آپ نے ہمیں پہچانا نہیں، ورنہ آپ یہ سوال ہرگز نہ کرتے۔"

"کک ۔ کیا مطلب؟" وہ ہکلایا۔

"ہم شوکی برادرز ہیں، یعنی کہ وہ والے شوکی برادرز۔" آفتاب پُرزور لہجے میں بولا۔

"وہ والے ۔ یہ وہ والے کون سے ہوتے ہیں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم۔" اشفاق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کتنا بھی نہیں معلوم۔" وہ بولا۔

"دیکھیے جناب ۔ ہم اطمینان سے بیٹھ کر ہی تو بات چیت کر سکتے ہیں ۔ دروازے پر کھڑے باتیں کرتے ہم بالکل اچھے نہیں لگ رہے، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا ۔ آپ ہمیں اندر لے چلیں۔" میں نے تنگ آ کر کہا۔

"لیکن معلوم بھی تو ہو ۔ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟" اس نے بھی جھنجلا کر کہا۔

"اندر چل کر بتا دیں گے۔"

"اچھا خیر آئیے۔" اس نے منہ بنا کر کہا اور ہمیں راستہ دے دیا۔

مکان کیا تھا، دو کمرے تھے ۔ ان میں سے ایک میں اس نے ہمیں بٹھایا ۔ اس کمرے میں کرسی نام کی کوئی چیز نہیں تھی ۔ ایک چارپائی پڑی تھی اور بس ۔ ہم چارپائی کی پٹی پر ٹک گئے ۔ وہ ٹین کے ایک صندوق پر بیٹھ گیا ۔ صندوق نیا تھا ۔ شاید تھوڑا عرصہ پہلے ہی خریدا گیا تھا۔

"ہاں ۔ اب بتائیے ۔ کیا بات ہے۔"

"آپ کے گھر کے کتنے افراد ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"صرف ایک ۔ اور وہ میں ہوں۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"آپ نے اپنی دولت صبوری میاں کو کیوں دے دی۔" آفتاب بول پڑا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

اس جملے کا جو اثر سہراب بھائی پر ہوا، حیرت انگیز تھا۔ ہم دھک سے رہ گئے۔ کیونکہ وہ اس قدر زور سے اچھلا تھا کہ گرتے گرتے بچا۔ پھر تقریباً چیخ کر بولا:

"نکل جاؤ میرے گھر سے۔ اسی وقت۔"

خوفناک آدمی

"خخ۔ خیر تو ہے جناب۔ آپ کو کسی بھڑ نے تو نہیں کاٹ لیا۔" آفتاب بوکھلا اٹھا۔

"آ۔ آپ نے ہی کہا ہے نا۔ کہ نکل جاؤ یہاں سے۔" اشفاق جلدی سے بولا۔

"ہاں۔ کیا تم بہرے ہو۔"

"جی نہیں تو۔ بالکل بھی بہرے نہیں ہیں۔" اخلاق نے کہا۔

"تب پھر اب تک یہاں کیوں بیٹھے ہو۔"

"یہ جاننے کے لیے کہ آخر آپ نے اپنی دولت صبوری میاں کو کیوں دے دی۔ ایسی کیا مجبوری تھی کہ خود آپ فاقوں پر مجبور ہو گئے۔ اور اس تنگ سے مکان میں رہتے ہیں۔ آخر کیوں؟" میں نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"میں اس سلسلے میں کسی کو ایک لفظ بھی نہیں بتا سکتا۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں نے اپنی دولت ایک شخص کو دی ہے، کسی

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

دوسرے کی نہیں۔ لہٰذا کوئی کس طرح اعتراض کر سکتا ہے۔ میں اپنی چیز کسی کو بھی دے سکتا ہوں۔ آپ چاہیں تو اپنی ہر چیز جسے جی چاہے دے دیں۔"

"ہوں، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں کہ آپ نے اپنی دولت کسی دوسرے کو دے دی۔ ہم تو صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیوں دے دی۔"

"تمہارے فرشتے بھی یہ بات نہیں جان سکتے۔" اس نے منہ بنایا۔

"فرشتوں کی بات جانے دیں سہراب بھائی۔ یہ بات تو ہم ہی معلوم کر کے دکھا دیں گے۔" میں بولا۔

"تو جاؤ۔ کوشش کرو اور معلوم کر کے دکھا دو۔ مجھ سے انعام حاصل کر لینا۔" اس نے غرا کر کہا۔

"انعام۔ لیکن آپ کسی کو بھلا کیا انعام دے سکتے ہیں۔" میں نے بُرا سا منہ بنایا۔

میری بات سن کر سہراب بھائی بھرپور انداز میں مسکرایا، ایک نظر ہم چاروں پر ڈالی اور پھر بولا:

"کیا تم لوگوں نے سنا نہیں۔ زندہ ہاتھی ایک لاکھ کا اور مرا ہوا سوا لاکھ کا۔"

"کیا مطلب۔ یہ یہاں ہاتھیوں کا ذکر کہاں سے نکل آیا۔" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"ضرب المثل ہے۔ مطلب یہ کہ دولت مند آدمی کی دولت مندی اتنی جلدی ختم نہیں ہو جاتی۔ اس میں بھی کچھ وقت لگتا ہے۔ بے شک میں اپنا سب کچھ صبوری میاں کو دے چکا ہوں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تمہیں کوئی انعام نہیں دے سکتا، ادھر دیکھو۔ میرے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی میں ہیرے کی ایک انگوٹھی ہے اور اس کی قیمت کم از کم پچیس ہزار روپے ہے۔ چونکہ یہ انگوٹھی مجھے میری ماں نے دی تھی، اس لیے صبوری میاں کو میں نے یہ انگوٹھی نہیں دی۔ لیکن تم سے اگر میں انعام کی بات کر بیٹھا ہوں تو یہ انگوٹھی دیتے وقت کوئی خیال دل میں نہیں لاؤں گا۔"

وہ روانی کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

"ہوں! تب تو معاملہ اور بھی دلچسپ ہو جاتا ہے۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب!" وہ چونک کر بولا۔

"گویا ہم آپ کے لیے یہ کیس حل کریں گے۔ یہ معلوم کر کے بتائیں گے کہ آپ نے اپنی دولت صبوری میاں کو کیوں دے دی۔ اگر ہم یہ بات بتانے میں کامیاب ہو گئے تو آپ ہمیں معاوضے میں یہ انگوٹھی دیں گے۔"

"معاوضے میں نہیں۔ انعام میں۔" وہ جلدی سے بولا۔

"آپ اسے انعام کہہ لیں، ہم معاوضہ سمجھیں گے۔ تو آپ یہ معلوم

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے اپنی دولت صبوری میاں کو کیوں دے دی"
آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں کیوں یہ معلوم کرنا چاہوں گا۔ یہ بات تو تم لوگ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ بلکہ معلوم کرنے کے پیچھے پڑے ہو، جب کہ میرا کہنا یہ ہے کہ تم لوگ یہ بات کسی صورت بھی معلوم نہیں کر سکو گے۔ اور اگر تم معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں اپنی یہ انگوٹھی تم لوگوں کو انعام میں دے دوں گا۔"

"چلیے یونہی سہی۔ تو کیا آپ ہمیں نہیں بتائیں گے۔ آپ نے اپنی دولت صبوری میاں کو کیوں دے دی۔" آفتاب جلدی سے بولا۔

"میرا خیال ہے۔ تم پانچوں میں سے یہ ضرور پاگل ہے۔ پہلے اس کے پاگل پنے کا علاج کرو، پھر کچھ کرنے کی کوشش کرنا۔" سہراب بھائی نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"بات بالکل ٹھیک ہے۔ پہلے ہم اسی طرف توجہ دیں گے۔" میں نے جل کر کہا، پھر ان سے بولا:

"آؤ اب چلیں۔ یہاں سے تو کچھ معلوم ہونے کے تمام امکانات ختم ہو گئے۔"

اور ہم باہر نکل آئے۔

"زبردستی ایک کیس گلے لگا لیا۔" آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"زبردستی تو نہیں۔ ارشد کے کہنے پر لگایا ہے۔" میں نے مسکرا

کر کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب کیا کریں۔" اشفاق بولا۔

"کرنا کرانا کیا ہے۔ سب سے پہلے صبوری میاں کے ہاں چلتے ہیں، ذرا دیکھیں تو سہی۔ وہ کیا کہتے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔ وہ بھی کچھ نہیں بتائیں گے۔ اگر بتانے والے ہوتے تو یہ معاملہ اب تک راز کیوں رہتا۔" اخلاق بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن ہم وہاں جائے بغیر رہ بھی تو نہیں سکتے۔ چلو اس بہانے صبوری میاں کو دیکھ ہی لیں گے، وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ کیا کرتا ہے۔ دولت پا کر وہ کیا محسوس کرتا ہے۔"

"ہوں! بات ٹھیک ہے۔ ہمیں صبوری میاں سے ملنا ہی ہو گا۔"

ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر صبوری میاں کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے۔ صبوری میاں کی کوٹھی کا پتا بھی ہمیں ارشد نے بتایا۔ اس بات پر مجھے اور بھی حیرت ہوئی:

"کمال ہے۔ تمہیں صبوری میاں کی کوٹھی کا پتا بھی معلوم ہے۔"

"جی ہاں، اس لیے کہ میں بڑی الجھن میں مبتلا رہا ہوں۔ جب سے میرے دوست نے سہراب بھائی کے بارے میں بتایا۔ میں بس یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں کہ آخر اس نے ایسا کیوں کیا۔ کیا آپ لوگ خود کو بے چین نہیں محسوس کر رہے۔"

"ہمارا کیا ہے۔ کام ہی بے چین ہونے کے کرتے ہیں۔" آفتاب

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

نے منہ بنایا۔

صبوری میاں کی کوٹھی کے سامنے ٹیکسی سے اُترے۔ کوٹھی بہت عظیم الشان تھی۔ بس محل نظر آ رہی تھی۔ دروازے پر ایک باوردی اور مسلح پہرے دار اٹنشن کھڑا نظر آیا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھوں نے ہمیں خوف زدہ کر دیا:

"بھبھ۔ بھئی۔ اس کی تو مونچھیں بہت خوفناک ہیں۔" میں کانپ اُٹھا۔

"تو کیا ہوا بھائی جان۔ ہمیں اس کی مونچھوں سے کیا۔" اشفاق نے فوراً کہا۔

"ہاں اور کیا۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی بندوق سے ڈریں تو ایک بات بھی ہے۔" اخلاق نے جواب دیا۔

"ایک کیا۔ پھر تو ساری ہی باتیں ہیں۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"آئیے۔ ڈرنے کی کیا بات ہے۔ یہ ہمیں کاٹ تو نہیں کھائے گا۔" ارشد نے آگے قدم بڑھایا اور پہرے دار کی طرف بڑھا۔ ادھر پہرے دار ہمیں حیرت زدہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔

اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے۔ اور ہوا میں ہلکی سی خنکی آ گئی تھی۔ لیکن۔ پٹھان پہرے دار کی طرف بڑھتے ہوئے ہمیں کچھ زیادہ ہی سردی محسوس ہوئی:

"اے۔ کدھر چلا آ رہا ہے۔" ارشد کے نزدیک پہنچنے پر وہ غرایا۔

"صبوری میاں سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ شوکی برادرز ہیں۔ آپ تو جانتے ہی ہوں گے۔"

"کیا جانتا ہوں گا؟" وہ حیران ہو کر بولا۔

"یہی کہ یہ شوکی برادرز ہیں۔"

"میرے تو فرشتوں کو بھی نہیں معلوم۔ کیوں مذاق کرتے ہو۔" وہ بولا۔

"خیر۔ اگر آپ انہیں نہیں جانتے تو بھی کوئی بات نہیں۔ بس آپ ہماری آمد کی اطلاع صبوری میاں کو دے دیں۔ وہ ہم سے فوراً ملنا پسند کریں گے۔" ارشد بولا۔

"کیا کہا۔ فوراً ملنا پسند کریں گے۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"جی۔ بھلا ہو کیوں نہیں سکتا۔"

"فوراً تو وہ کسی سے بھی ملنا پسند نہیں کرتے۔"

"اچھا۔ آپ ہمارا نام تو لیں جا کر۔"

"مجھے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں سے بات کر سکتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے دروازے پر لگے تین بٹنوں میں سے ایک دبایا۔ اور ہیلو سر ہیلو سر کہنے لگا۔ جلد ہی ایک بھاری بھر کم آواز گونجی:

"کیا بات ہے گل جان۔"

"کوئی شوکی برادرز ملنے آئے ہیں جناب۔"

"شوکی برادرز۔ یہ کون لوگ ہیں؟"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"ان کا تو کہنا ہے کہ آپ ان کا نام سُن کر فوراً ملنا پسند کریں گے۔"

"ان کا دماغ ضرور چل گیا ہے۔ میں اس نام کے لوگوں سے واقف نہیں۔ خیر، پوچھو۔ کیوں ملنا چاہتے ہیں؟" اچانک اس کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

"بہت ضروری کام ہے جناب۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"خیر۔ انہیں اندر بھیج دو۔ اگر انہیں ضروری کام نہ ہوا تو میں ان سے سمجھ لوں گا۔"

"کک۔ کیا سمجھ لیں گے؟" میں نے گڑبڑا کر کہا۔

دروازے پر مائک لگا ہوا تھا۔ چوکیدار اس کی طرف منہ کرکے بات کر رہا تھا۔ لہٰذا ہم بھی اسی طرف منہ کرکے کھڑے ہو گئے تھے۔

"اندر آکر بات کرو۔" آواز پھر کانوں سے ٹکرائی۔

"سیدھے چلے جاؤ۔ دائیں طرف والے برآمدے میں مڑ جانا۔ تیسرا کمرہ ہے۔" گل جان نے بتایا۔

"بہت بہت مہربانی گل جان صاحب۔" میں نے کہا اور اندر کی طرف چلے۔

تیسرے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ میں نے اُنگلی سے دستک دی۔

"چلے آؤ۔" وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

میں نے دروازہ دھکیلا اور ہم اندر داخل ہوئے۔ کمرے میں دو آدمی موجود تھے۔ ان میں سے ایک ہمارے لیے جانا پہچانا تھا۔ دوسرا ضرور صبوری میاں تھا۔ صبوری میاں بھاری بھرکم آدمی تھا۔ اپنی آواز کی طرح۔ اس کا رنگ سیاہی مائل اور پیٹ بہت آگے بڑھا ہوا تھا۔ پورا ہاتھی دکھائی دیتا تھا۔ لیکن اس کے سامنے بیٹھا ہوا آدمی ہمارے لیے اس سے بھی خوفناک تھا۔ کیونکہ۔ وہ جلالی نور تھا۔

جلالی نور کو وہاں دیکھ کر ہمارے اوسان خطا ہو گئے۔ رنگ اڑ گئے۔ جسموں میں کپکپی دوڑ گئی۔ یوں لگا جیسے ابھی ترڑے گریں گے اور بے ہوش ہو جائیں گے، لیکن اللہ کا شکر ہے۔ ترڑے گرنے اور بے ہوش ہونے سے بال بال بچ گئے۔

"ان۔ انکل۔ نلالی جور۔ آپ۔ اور یہاں۔" میں ہکلایا۔

"نلالی جور نہیں۔ جلالی نور۔" وہ پھاڑ کھانے کے انداز میں بولا۔

"اوہ ہاں۔ سوری۔ آپ کا نام بالکل الٹ منہ سے نکل گیا۔"

"صبوری میاں میرے بہت گہرے دوست ہیں، لہٰذا میرے یہاں موجود ہونے پر تمہیں حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"جی۔ بہت بہتر۔ نہیں ہوں گے حیران۔ تم چاروں نے سن لیا۔ خبردار جو حیران ہوئے۔" میں ان کی طرف مڑا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" جلالی نور غرایا۔

"یہ اندازہ آپ نے کس طرح لگایا۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہاں کیوں آئے ہو؟"

"ج۔ جی۔ صرف یہ معلوم کرنے کہ سہراب بھائی صاحب نے اپنی ساری دولت صبوری میاں صاحب کو کیوں دے دی۔"

"تم کون ہوتے ہو یہ بات پوچھنے والے۔" صبوری میاں نے جھنجلا کر کہا۔

"ہاں بالکل۔ تم کون ہوتے ہو۔ اور اگر یہ بات پوچھنی ہی تھی تو جا کر سہراب بھائی سے پوچھتے۔" جلالی نور بولا۔

"ان سے تو ہم پوچھ چکے ہیں۔" میں نے فوراً کہا۔

"کیا کہا۔ پوچھ چکے ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" صبوری میاں نے پُر زور لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا نہیں ہو سکتا۔"

"یہ کہ سہراب بھائی نے تم لوگوں کو بتا دیا ہو۔"

"یہ ہم نے کب کہا۔ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ ہم ان سے پوچھ چکے ہیں۔"

"یہ لوگ تو بالکل پاگل لگتے ہیں، جلالی نور صاحب۔ کیا آپ

انہیں جانتے ہیں؟"

"جی ہاں، میاں صاحب۔ ویسے آپ کا اندازہ غلط نہیں۔ یہ سرپھرے ہیں۔"

"آخر ہیں کون؟"

"اپنے آپ کو شوکی برادرز کہتے ہیں۔ ایک طرح سے پرائیویٹ جاسوس ہیں، لیکن بہت ہی نکمے اور بزدل۔" اس نے ہمارا تعارف کرایا۔

"حیرت ہے۔ یہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ سہراب بھائی نے اپنی دولت مجھے کیوں دے دی۔"

"بس یہ اسی طرح دوسروں کے پھڈوں میں ٹانگ اڑاتے رہتے ہیں۔" جلالی نور نے منہ بنایا۔

"ہوں۔ جاؤ بھئی۔ چلتے پھرتے نظر آؤ۔ سہراب بھائی نے اپنی دولت مجھے کیوں دی ہے۔ یہ انہی سے پوچھو جا کر۔"

"تو آپ کچھ نہیں بتائیں گے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"نہیں۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"لیکن جناب۔ ہم بھی یہ بات معلوم کر کے رہیں گے۔"

"کیا کہا۔ معلوم کر کے رہو گے۔" صبوری میاں پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"جی ہاں۔ کیونکہ یہ بات معلوم کر لینے کی صورت میں ہم سہراب بھائی کی ہیرے کی انگوٹھی بطور معاوضہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"تو اس نے تمہیں ہیرے کی انگوٹھی دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن وہ انگوٹھی تو اس کی ماں کی نشانی ہے۔ اس لیے وہ یہاں سے صرف انگوٹھی لے گیا تھا۔" صبوری میاں کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ان کا خیال ہے، ہم اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ شاید اسی یقین کی بنا پر انہوں نے انگوٹھی دینے کا اعلان کر دیا۔"

"ہوں۔ ضرور یہی بات ہے۔ اب تم جاؤ۔"

"ایک بات اور جناب۔ سہراب بھائی اب فٹ پاتھوں پر کھانا کھاتے ہیں۔ کیا آپ ان کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ انہیں فٹ پاتھوں پر نہ کھانا پڑے۔"

"نہیں۔ میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اب تم لوگ جاؤ۔ انسپکٹر صاحب بہت دنوں بعد ملنے کے لیے آئے ہیں۔ مجھے ان سے بہت ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

"جی اچھا۔ ہم جا رہے ہیں، لیکن کہے دیتے ہیں۔ یہ راز جان کر رہیں گے۔" میں نے جلالی نور پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ضرور جان کر رہنا۔" جلالی نور نے مسکرا کر کہا۔ صبوری میاں نے برا سا منہ بنایا اور ہم باہر نکل آئے۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔" آفتاب نے برآمدے میں چلتے ہوئے کہا۔

"انکل جلالی نور اگر یہاں موجود نہ ہوتے تو شاید ہم کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ان کی موجودگی نے کام خراب کر دیا۔" آفتاب بولا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ دونوں کچھ بھی بتانے پر تیار نہیں۔ اب ہمیں ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنا ہوں گے۔" میں بولا۔

"کیوں بھئی۔ مل آئے میاں صاحب سے۔" گل جان کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"جی ہاں، مل آئے۔"

"آئے کس لیے تھے؟"

"ہم صرف یہ جاننا چاہتے تھے کہ سہراب بھائی نے اپنی دولت ان کے حوالے کیوں کر دی۔"

"کیا!" گل جان چلا اٹھا۔

"اس میں چلانے کی کیا بات ہے۔" آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"ادھر آؤ میرے ساتھ۔" اس نے میرا بازو پوری طاقت سے پکڑ لیا اور مجھے یوں لگا جیسے میری کلائی ٹوٹ ہی جائے گی۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"اوہو۔ تو اتنے زور سے بازو پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں تلملا اُٹھا۔

"ارے۔ میں نے بازو زور سے پکڑ لیا۔ معاف کرنا بھئی۔ مجھے احساس ہی نہیں ہو سکا۔" اس نے گرفت کچھ ہلکی کرتے ہوئے کہا اور مجھے گھسیٹتا ہوا کوٹھی کے پچھلے حصے کی طرف لے آیا۔ یہاں ملازمین کے لیے کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ پہلے کوارٹر کے دروازے پر اس نے ایک ٹھوکر رسید کی اور مجھے ساتھ لیے اندر داخل ہو گیا۔ اشفاق، اخلاق، آفتاب اور ارشد بھونچکا سے میرے پیچھے چلے آ رہے تھے۔

"سنو۔ خود میں بھی یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ سہراب بھائی نے اپنی دولت صبوری میاں کو کیوں دے دی۔"

ہم نے بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا۔ ہماری حیرت اب بے تحاشہ بڑھ گئی تھی۔

دُوسرا مؤکل

چند لمحے خاموشی میں گزر گئے۔ ہم بھونچکے انداز میں گل جان کو دیکھ رہے تھے، آخر میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا:

"مسٹر گل جان۔ آپ نے کیا کہا۔ آپ بھی یہ راز جاننا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ اور اگر تم لوگوں نے یہ راز معلوم کر کے مجھے بتا دیا تو میں تمہیں پانچ سو روپے دوں گا۔"

"پانچ سو روپے۔ صرف۔" میں نے منہ بنایا۔

"ہاں، اس سے زیادہ نہیں۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے، لیکن پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ آپ یہ بات کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس لیے کہ مارے حیرت کے میرا بُرا حال ہے۔ یہ سوچ سوچ کر میں پاگل ہو چلا ہوں کہ سہراب بھائی نے اپنا سب کچھ صبوری میاں کو کیوں دے دیا۔"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"اگر آپ واقعی یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو ہماری مدد کرنا ہو گی۔" میں جلدی سے بولا۔

"مدد۔ کیسی مدد۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"پہلے تو یہ بتائیں۔ آپ تو ہمیں جانتے تک نہیں۔ پھر یہ بات ہمارے ذریعے سے جاننے کا خیال کیسے آگیا آپ کو؟"

"میں اور آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ حیران ہو کر بولا۔

"اوہو اچھا۔ تو آپ ہمیں جانتے ہیں۔"

"ہاں بالکل۔ لیکن زیادہ دلچسپی مجھے یہ جاننے سے ہے کہ دولت ادھر سے ادھر کس طرح ہو گئی۔"

"تب پھر ہمارے چند سوالات کے جواب دیں۔ کیا خیال ہے دیں گے۔"

"ہاں، کیوں نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"سہراب بھائی نے اپنی دولت اور کوٹھی وغیرہ کب صبوری میاں کو دی؟"

"آج سے تقریباً آٹھ ماہ پہلے۔"

"اس وقت آپ کہاں تھے۔ یعنی کس کے ملازم تھے۔ سہراب بھائی کے یا صبوری میاں کے۔"

"سہراب بھائی کے۔"

"کک۔ کیا مطلب۔" میں چونک کر بولا۔ شاید ہم یہ بات سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ میں نے پانچ چھ سال پہلے سہراب بھائی کی ملازمت کی تھی۔ آٹھ ماہ پہلے انہوں نے اچانک مجھے اندر بلایا اور بتایا۔ میں نے اپنی ساری دولت، کوٹھی اور ہر چیز صبوری میاں کو دے دی ہے۔ لہٰذا آج سے تم بھی ان کے ملازم ہو۔ بشرطیکہ یہ تمہیں ملازم رکھنے پر تیار ہوں۔ اس طرح یہ کایا پلٹ ہوئی۔ اچانک ہی یہ سب کچھ ہوا۔ مجھے کچھ پتا ہی نہیں چلا کہ کیوں ہوا اور کیسے ہوا۔ بس سہراب بھائی سب کچھ چھوڑ کر کوٹھی سے چلے گئے۔ اور میاں صاحب مالک بن گئے۔"

"اور میاں صاحب کے گھر کے افراد۔"

"یہ بھی دنیا میں اکیلے ہیں اور سہراب بھائی بھی۔" اس نے بتایا۔

"ہوں۔ سہراب بھائی کاروبار کیا کرتے تھے۔ کیا یہ ساری دولت انہوں نے خود پیدا کی تھی۔"

"ہاں۔ ان کے والد ایک ملازم پیشہ آدمی تھے۔ وہ کچھ بھی چھوڑ کر نہیں مرے تھے۔ سہراب بھائی نے محنت مزدوری شروع کی۔ رفتہ رفتہ وہ دولت مند ہوتے چلے گئے۔ پھر اتنے دولت مند ہو گئے کہ ایک ہوٹل خرید لیا۔ مجھے انہوں نے ان دنوں ملازم رکھا تھا جب

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

ہوٹل خریدا۔"

"اس ہوٹل کا نام؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"ہوٹل گرین۔ اب وہ ہوٹل بھی میاں صاحب کا ہے۔"

"محنت مزدوری کرتے کرتے سہراب بھائی اچانک کس طرح مالدار ہو گئے؟"

"اچانک تو نہیں۔ آہستہ آہستہ۔ محنت مزدوری کرتے کرتے انہوں نے چھوٹے موٹے کاروباروں میں پیسے لگانا شروع کر دیے۔ اس طرح وہ ترقی کرتے چلے گئے۔"

"خوب! اور جب خوب دولت مند ہو گئے تو ساری دولت صبوری میاں کو سونپ دی۔ خیر یہ بتائیے۔ صبوری میاں کو آپ نے پہلی مرتبہ کب دیکھا؟"

"جس روز سہراب بھائی سب کچھ چھوڑ کر گئے۔ اس سے ایک ہفتہ پہلے صبوری میاں پہلی بار ان سے ملنے آئے تھے۔ وہ دو گھنٹے تک ان کے پاس اندر رہے۔ پھر چلے گئے۔ ایک ہفتے بعد پھر آئے اور میں نے سہراب بھائی کو جاتے دیکھا۔ جاتے وقت ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ انہوں نے کہا تھا:

"گل جان۔ میں سب کچھ صبوری میاں کے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔ تم اگر چاہو تو بدستور ان کی ملازمت کرتے رہو، چاہو تو ملازمت چھوڑ کر چلے جاؤ۔ میرا اب یہاں سے اور یہاں کی کسی چیز

سے کوئی تعلق نہیں رہا!"

یہ باتیں میرے لیے حیران کن تھیں، کانوں پر یقین نہ آیا، لیکن سہراب بھائی نے تفصیل سے کچھ بھی نہ بتایا۔ اور چلے گئے۔ میں پوچھتا ہی رہ گیا۔ میں نے میاں صاحب کا ملازم رہنا منظور کر لیا، لیکن انہوں نے بھی کچھ نہیں بتایا۔ چنانچہ خود میں بھی بہت الجھن میں ہوں اور کسی طرح یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ایسا کیوں ہوا۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اب ہم یہ معلوم کر کے رہیں گے۔ آؤ بھئی۔ ذرا ہوٹل گرین تک ہو آئیں۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔

پانچوں باہر آئے۔

"ارشد۔ تم دفتر چلو۔ کہیں کوئی ملاقاتی نہ آ جائے۔ اور ہاں۔ زیادہ بے چین ہونے کی ضرورت نہیں۔ جونہی کوئی نئی بات معلوم ہوئی۔ ہم تمہیں فون کر دیں گے۔ یا آ کر بتا دیں گے۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

"تو اب ہم ہوٹل گرین جائیں گے۔"

"ہاں۔ جن جن جگہوں سے اور لوگوں سے ان دونوں صاحبان کا تعلق رہا ہے۔ ہمیں ان تک جانا اور ملنا ہو گا۔ اسی صورت ہم کچھ جان سکیں گے۔" میں بولا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"اور ہیرے کی انگوٹھی اور پانچ سو روپے وصول کر سکیں گے۔" آفتاب جلدی سے بولا۔

"تمہاری آنکھوں کے سامنے تو بس ہیرے کی انگوٹھی ناچ رہی ہے۔" اشفاق جل کر بولا۔

"لگ - کیوں نہ ناچے - ارے۔" آفتاب اچھل پڑا۔

"کیوں نہ ناچے کے بعد ارے کہہ کر اچھل پڑنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔" اخلاق جل بھن کر بولا۔

"مجھے ابھی ابھی ایک زوردار خیال سوجھا ہے۔" آفتاب پُر جوش لہجے میں بولا۔

"تو پھر فوراً بتاؤ۔" میں بولا۔

"حیرت ہے - آپ کو یہ بات کیوں نہ سوجھی۔" اس نے کہا۔

"میری عقل گھاس چرنے گئی ہوئی ہے - تم بتاؤ - کیا بات سوجھی ہے۔" میں نے جل کر کہا۔

"سنیے - گل جان نے بتایا ہے کہ سہراب بھائی کا والد ایک ملازم پیشہ آدمی تھا - بیٹے کے لیے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں مرا تھا - باپ کی وفات کے بعد سہراب بھائی نے محنت مزدوری شروع کر دی - سوال یہ ہے کہ اگر باپ ملازم پیشہ تھا اور کچھ بھی چھوڑ کر نہیں مرا تھا تو اس کی ماں کے پاس ہیرے کی انگوٹھی کہاں سے آگئی تھی - دوسرے یہ کہ وہ اپنے شوہر سے پہلے مر گئی تھی یا

بعد میں - اگر ان کے پاس ہیرے کی انگوٹھی تھی تو مصیبت کیوں بھرتے رہے - اسے فروخت کر کے کوئی کاروبار بھی تو کر سکتے تھے۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"واقعی زوردار خیال ہے - اب ہمیں سہراب بھائی سے ایک بار پھر ملنا ہوگا - آؤ چلیں۔"

سہراب بھائی نے ہمیں اتنی جلدی پھر اپنے سامنے دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم نے کچھ معلوم کر لیا ہوگا۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہے - ابھی تک ہم اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔" میں بولا۔

"کسی روز آپ بھی ٹامک ٹوئیاں مار کر دیکھیے - بہت دلچسپ کام ہے۔" آفتاب بول اٹھا۔

"اب کس لیے آئے ہو۔" اس نے آفتاب کا جملہ جیسے سنا ہی نہیں۔

"ہیرے کی انگوٹھی کے لیے۔" آفتاب مسکرایا۔

"کیا مطلب - یہ تمہیں اس وقت تک نہیں مل سکتی - جب تک کہ راز معلوم نہ کر لو۔"

"ہم یہ آپ سے مانگنے نہیں آئے - صرف یہ پوچھنے آئے ہیں

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

کہ آپ کے والد تو ملازم پیشہ آدمی تھے۔ لہٰذا آپ کی ماں کے پاس ہیرے کی انگوٹھی کہاں سے آ گئی؟"

"اوہو۔ بہت تیزی سے کام کر رہے ہو۔ یعنی کہ یہ بھی معلوم کر لیا کہ میرے والد ایک ملازم پیشہ تھے۔"

"آگے آگے دیکھیے۔ کیا ہوتا ہے۔ ہاں تو آپ ہیرے کی انگوٹھی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"یہ مجھے اپنی ماں سے ہی ملی تھی۔ ہو سکتا ہے۔ میرے نانا نانی بہت دولت مند رہے ہوں اور انہوں نے اپنی بیٹی کو یہ انگوٹھی دے دی ہو، لیکن میری والدہ نے یہ میرے والد کو نہ دی ہو۔ کیونکہ عورتوں کو زیورات سے بہت پیار ہوتا ہے۔ وہ تنگ دست تو رہنا قبول کر لیتی ہیں۔ زیورات کو بیچ کر غربت دُور کرنے میں شوہر کی کوئی مدد نہیں کرتیں۔ اور ایسا کرنا عورتوں کی کم عقلی ہے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا آپ اس کے بارے میں یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہیرے کی ہے؟"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔ ایک بار یہ میں نے ایک جوہری کو دکھائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ یہ پچیس ہزار روپے کی ہے۔"

"بہت خوب۔ صبوری میاں سے آپ کی زندگی میں پہلی بار کب

ملاقات ہوئی؟"

"میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ سمجھے۔"

"بہت بہتر۔ آؤ جی۔ ذرا ہوٹل گرین تک چلیں۔" میں نے سہاب بھائی کو سنانے کے لیے ذرا بلند آواز میں کہا۔

"کیا کہا۔ ہوٹل گرین؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں۔ جو کبھی آپ کا ہوٹل تھا۔ اب اس کا مالک بھی صبوری میاں ہے۔"

"حیرت ہے۔ تم نے اتنی جلدی یہ باتیں کس طرح معلوم کر لیں۔"

"گل جان سے۔"

"اوہ سمجھا۔ لیکن خیر۔ یہ ایسی اہم باتیں نہیں ہیں، جن کی مدد سے تم کچھ معلوم کر سکو۔"

"پروا نہیں۔" میں نے سر کو جھٹکا دیا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا صبوری میاں آپ کا بہت پرانا دوست ہے؟" آفتاب بول اُٹھا۔

"نہیں۔ آٹھ دس ماہ پہلے واقفیت ہوئی تھی۔"

"جب وہ آپ کے پاس دوبارہ آیا تو آپ سب کچھ اسے سونپ کر الگ ہو گئے۔ آخر کیوں۔ آپ نے اپنی کروڑوں کی دولت

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

کیوں چھوڑ دی۔"

"ہاں۔ یہ باتیں ٹھیک ہیں، لیکن ان سے ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔"

ہم باہر نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھے اور ہوٹل گرین کی طرف روانہ ہوئے۔

"عجیب معاملہ ہے۔ یہ دونوں کچھ بتانے پر تیار ہی نہیں ہوتے۔"

"بتائیں کیسے۔ ایک کی ہیرے کی انگوٹھی ہاتھ سے جاتی ہے، اور دوسرے کی۔ دوسرے کی۔ دوسرے کی۔" آفتاب بار بار اٹکنے لگا۔

"تم انسان ہو۔ گراموفون کی سوئی نہیں۔" اشفاق جل کر بولا۔

"ہم۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوسرے کا کیا جاتا ہے۔ اگر وہ بات بتا دے تو اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے، کچھ نقصان ہوتا ہی ہو۔"

"اس معاملے میں ہمیں ارشد نے اُلجھایا ہے۔ خیر سمجھ لیں گے اس سے بھی۔" آفتاب نے بھنا کر کہا۔

"اس میں اس کا کیا قصور۔ معاملہ ہی اتنا دلچسپ ہے۔"

"لیکن شہر کے لوگوں نے تو اتنی دلچسپی نہیں لی۔" اخلاق نے اعتراض کیا۔

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو۔ اب ہر آدمی تو تفتیش کرنے نہیں نکل کھڑا ہوا کرتا۔"

اتنے میں ٹیکسی ہوٹل گرین کے سامنے رُک گئی۔ یہ صبوری میاں کی کوٹھی سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ ہوٹل زیادہ بڑا نہیں تھا۔ لیکن ہر چیز صاف ستھری نظر آ رہی تھی۔ ہم چاروں اندر داخل ہو گئے اور کاؤنٹر پر رُکتے ہوئے میں نے کہا:

"ہمیں مسٹر صبوری میاں سے ملنا ہے۔"

"میاں صاحب۔ اس وقت یہاں کہاں۔ وہ تو رات کو یہاں ہوتے ہیں۔" کلرک نے کہا۔

"ہوٹل کے مالک وہی ہیں۔"

"ہاں۔ بالکل۔" اس نے کہا۔

"لیکن پہلے تو اس ہوٹل کے مالک سہراب بھائی تھے۔"

"ہوں گے۔ ہمیں کیا۔ ہوٹل جیسی چیزیں تو دن رات بکا کرتی ہیں۔"

"تو سہراب بھائی نے یہ ہوٹل فروخت کر دیا تھا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"یہ میں نے کب کہا۔" اس نے منہ بنایا۔

"اچھا تو ہم مینجر صاحب سے مل لیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ سامنے مینجر صاحب کا کمرہ ہے۔" اس نے انگلی

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

سے اشارہ کیا۔ ہم اللہ کا نام لے کر اس کی طرف بڑھے۔ اُلجھن تھی کہ ہر لمحے بڑھ رہی تھی۔ مینجر کے کمرے کے دروازے پر چپڑاسی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر بولا:

"جی فرمائیے۔"

"مینجر صاحب سے ملنا ہے۔"

"اپنا کارڈ دے دیں۔"

"جی اچھا۔" میں نے کہا اور کارڈ جیب سے نکال کر دے دیا۔ جلد ہی وہ کمرے سے نکلا اور بولا:

"تشریف لے جائیے۔ لیکن رانی صاحب آپ کو صرف دو منٹ دے سکیں گے۔"

"دو منٹ تو بہت ہوتے ہیں۔ ہم تو ان کا ایک منٹ ہی لیں گے، فکر نہ کریں۔" آفتاب بولا۔

"ایک منٹ تو تم نے یہ جملہ کہنے میں لگا دیا۔" اخلاق نے مسکرا کر کہا۔

اور ہم اندر داخل ہوئے۔ کمرہ قیمتی چیزوں سے سجا تھا۔ اندر ایک سڈول سے جسم کا لمبا چوڑا آدمی بیٹھا تھا۔

"ہاں۔ کیا بات ہے۔ اور یہ کیا نام ہوا۔ شوکی برادرز۔"

"شوکی میرا نام ہے۔ یہ میرے بھائی ہیں۔ ہم ایک ادارہ چلا رہے ہیں۔ جاسوسی کا ادارہ۔"

"خیر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔"

"میاں صاحب سے ملنے کے لیے آئے تھے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے، لہٰذا ہم نے سوچا۔ آپ سے مل لیں۔"

"کس سلسلے میں۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

"سہراب بھائی نے اپنی دولت اور یہ ہوٹل وغیرہ آخر صبوری میاں کو کیوں دے دیا۔"

"میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم۔ میں نیا ملازم ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوہ، اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ بات آپ کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہو گی تو ہم ہرگز آپ کا وقت ضائع نہ کرتے۔"

"چلیے خیر۔ اب تو معلوم ہو گئی آپ کو یہ بات۔" اس نے تنگ آئے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ہم چلتے ہیں۔"

"آخر تم لوگ یہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو۔" وہ بول اٹھا۔

"اس لیے کہ ہم بہت الجھن محسوس کر رہے ہیں۔ اس الجھن سے نجات کی بس یہی صورت ہے کہ یہ راز معلوم کر لیں۔"

"میں جب یہاں آیا تھا تو چند بیروں سے حالات معلوم ہوئے تھے، لیکن میں نے اپنے ذہن کو اُلجھنے نہیں دیا، کیونکہ میں یہاں ملازمت

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

کرنے آیا تھا۔" وہ بولا۔

"بات تو ٹھیک ہے۔ ہمیں چونکہ ملازمت نہیں کرنی۔ لہٰذا اپنے ذہنوں کو الجھا لیا۔" آفتاب نے کہا۔

"آؤ بھئی چلیں۔ دو منٹ ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں ان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

ہم کمرے سے نکلنے کے لیے مڑے ہی تھے کہ دروازہ کھلا اور عجیب سی شکل اور صورت کا آدمی اندر داخل ہوا، اس پر نظر پڑتے ہی مینجر رانی اٹھ کھڑا ہوا۔

"آیئے مسٹر فونڈا۔ تشریف لایئے۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" اس نے پہلے اس سے اور پھر ہم سے کہا۔

"یہ۔ یہ کون لوگ ہیں؟"

"شوکی برادرز۔ سنا ہے۔ جاسوسی کے کام کرتے ہیں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میں نے ان کا بہت نام سنا ہے۔ ٹھہرو بھئی، میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی۔ ہم سے۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں تم سے۔ تم لوگوں کے علاوہ بھلا اس وقت کمرے میں اور کون ہے۔"

"لیکن مینجر صاحب چاہتے ہیں، ہم کمرے سے چلے جائیں۔"

"مسٹر فونڈا کی خواہش ہے۔ تم لوگوں سے باتیں کریں، لہٰذا میں

اب یہ کس طرح چاہ سکتا ہوں۔ مسٹر فونڈا۔ ہمارے بہت ہی معزز گاہک ہیں۔ ہوٹل کے مستقل گاہک۔ لہٰذا یہ تم لوگوں سے گھنٹوں بھی باتیں کریں تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ویسے آپ بے فکر رہیں، میں تو ان سے بس چند منٹ کے لیے باتیں کروں گا۔ بلکہ یہاں نہیں۔ میں تو ان سے اپنے کمرے میں باتیں کرنا پسند کروں گا۔ مسٹر رانی میں اوپر جا رہا ہوں، ان لوگوں کو میرے کمرے میں پہنچا دیا جائے۔"

"جی بہت بہتر۔" رانی نے کہا اور فونڈا کمرے سے نکل گیا۔

"تت۔ تم لوگ۔ کیا چیز ہو؟" رانی ہکلایا۔

"انسان، کیا آپ اخبارات نہیں پڑھتے۔"

"تفصیل سے پڑھنے کا وقت کہاں ملتا ہے۔ بس سرخیاں دیکھ لیتا ہوں۔"

"تب ہم آپ کو کچھ پرانے اخبارات بھیج دیں گے۔ ان کا مطالعہ کر لیجیے گا، ہمارے بارے میں جان جائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی رانی نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ فوراً چپراسی اندر داخل ہوا۔

"یس سر!"

"ان لوگوں کو مسٹر فونڈا کے کمرے میں پہنچا دو۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور ہمیں لے کر باہر نکل آیا۔ لفٹ کے ذریعے ہم اوپر پہنچے۔ اور پھر ایک کمرے میں داخل

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

ہوئے۔ کمرہ بہت آرام دہ تھا اور ٹھاٹھ رئیسانہ تھا۔ فونڈا ایک صوفے میں دھنسا ہوا تھا۔ چپراسی کے واپس جانے کے بعد اس نے کہا،

"بیٹھ جاؤ۔ اور میری بات غور سے سنو۔" یہ کہہ کر وہ رک گیا۔ آخر ہمارے بیٹھنے کے بعد بولا:

"میں اس ہوٹل کا بہت پرانا گاہک ہوں۔ اس وقت اس ہوٹل کا مالک سہراب بھائی کروڑ پتی تھا، لیکن پھر وہ اپنا سب کچھ صبوری میاں کو دے کر چلا گیا۔ تم لوگ جاسوسی کے کام کرتے ہو۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ سہراب بھائی نے ایسا کیوں کیا۔ اور اس کام کا معاوضہ میں تمہیں دس ہزار روپے دوں گا۔"

پچُپ !

ہم چند لمحے تک حیرت زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے رہے۔ آخر فونڈا بولا:

"بخیر تو ہے بھئی۔ کیا میں نے کوئی بہت ہی عجیب بات کہہ دی ہے۔ یا پھر تم اس قسم کے کیس حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے جناب۔" میں بولا۔

"تو پھر بات کیا ہے۔ وہ بتاؤ نا۔" وہ جھنجلا اٹھا۔

"بات صرف اتنی سی ہے کہ اس وقت تک ہم سے تین آدمی اس راز سے پردہ اٹھانے کے لیے کہہ چکے ہیں، گویا تینوں ہم سے یہ کیس حل کرانا چاہتے ہیں۔ ایک ہی کیس اگر تین مختلف آدمی حل کرائیں تو ہمیں حیران ہی نہیں اور بھی بہت کچھ ہونا چاہیے۔" آفتاب جلدی جلدی بولا۔

"اور بھی بہت کچھ کیا!" فونڈا نے حیران ہو کر کہا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"اور بھی بہت کچھ۔ بس اور بھی بہت کچھ ہی ہوتا ہے۔" افراز نے کندھے اچکائے۔

"ہوتا ہو گا۔ تم یہ بتاؤ۔ اور کون یہ راز معلوم کرنا چاہتا ہے؟" اس نے بے چین ہو کر کہا۔

"نمبر ایک تو خود سہراب بھائی نے پیش کش کی ہے، دوسرے نمبر پر صبوری میاں کا ملازم گل جان یہ جاننا چاہتا ہے۔ اور تیسرے آپ ہیں۔"

"ہوں! تو تمہارا کیا نقصان ہے۔ جہاں ان دونوں کے لیے کام — ارے تم نے کیا کہا۔ خود سہراب بھائی بھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہے — یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھلا یہ بات اسے معلوم نہیں ہو گی تو اور کسے معلوم ہو گی۔"

"صبوری میاں کو۔" اشفاق بول اٹھا۔

"ہاں! ٹھیک ہے، صبوری میاں کو یہ بات معلوم ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ سہراب بھائی کو بھی معلوم ہو گی، پھر بھلا وہ یہ بات کیوں جاننا چاہے گا؟"

"دراصل اس کا کہنا یہ ہے کہ ہم یہ راز معلوم نہیں کر سکیں گے۔ اگر معلوم کرنے میں کامیاب ہو کر دکھا دیں تو وہ ہمیں اپنی ہیرے کی انگوٹھی دیں گے۔"

"ہیرے کی انگوٹھی۔" فونڈا بوکھلا اٹھا۔ "ہیرے کی انگوٹھی بھلا اس

کے پاس کہاں سے آ گئی؟"

"اس کا کہنا ہے کہ وہ انگوٹھی اس کی ماں نے اسے دی تھی۔ گویا وہ ماں کی نشانی ہے۔ صبوری میاں کو انہوں نے اور تو سب کچھ دے دیا تھا، لیکن اپنی ماں کی نشانی نہیں دی تھی۔"

"تب پھر وہ تمہیں کس طرح دے دے گا؟"

"اس کا تو دراصل اس بات پر پوری طرح یقین ہے کہ ہم یہ راز معلوم نہیں کر سکیں گے۔" میں بولا۔

"اور تم لوگوں کا اپنا کیا خیال ہے؟" فونڈا نے جلدی سے کہا۔

"ہمارا خیال ہے۔ اللہ نے چاہا تو ہم راز سے ضرور پردہ اٹھائیں گے۔"

"تب میں تم لوگوں کو بیس ہزار روپے دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"لیکن۔ آپ کیوں یہ راز جاننا چاہتے ہیں؟" میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

"اس لیے کہ میں اس ہوٹل کا بہت پرانا گاہک ہوں، لیکن اس تبدیلی کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔ یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ کوئی شخص اپنی کروڑوں کی جائیداد اس طرح چھوڑ دے، آخر کوئی بات تو ہو گی، بس میں وہی بات جاننا چاہتا ہوں۔"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"ٹھیک ہے۔ ہم اب آپ کے لیے بھی یہ راز معلوم کریں گے۔"

"اور میں تم لوگوں کو بیس ہزار روپے دوں گا۔" وہ بولا۔

"دیکھیے جناب۔ بیس ہزار روپے بہت زیادہ ہیں۔ صبوری میاں کے ملازم نے تو صرف پانچ سو روپے دینے کی بات کی ہے۔ ہاں سہراب بھائی ضرور ہمیں ہیرے کی انگوٹھی دیں گے، لیکن وہ اس لیے کہ ان کے پاس نقدی کی صورت میں کچھ ہے ہی نہیں۔ انگوٹھی کو فروخت وہ کر نہیں سکتے کہ ان کی والدہ کی نشانی ہے۔" میں نے جلدی جلدی کہا اور آفتاب مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔ یوں جیسے میرا دماغ چل گیا ہو۔

"اور تم نے صبوری میاں کے ملازم گل جان سے صرف پانچ سو روپے میں سودا کر لیا۔" فونڈا نے حیران ہو کر کہا۔

"پانچ سو کیا۔ ہم پچاس روپے میں بھی منظور کر لیتے، کیونکہ اس کیس پر کام تو پہلے ہی شروع کر چکے تھے، اب آپ بھی بیس ہزار روپے کی پیش کش کر رہے ہیں۔ جب کہ ہمارے خیال میں یہ بہت زیادہ ہیں۔"

"سوری! میں جو کہہ چکا۔ کہہ چکا۔"

"ہماری طرف سے بھی سوری۔ کیونکہ ہم بھی اپنے اصول کے پکے ہیں، معاوضہ اپنی مرضی کا لیا کرتے ہیں۔"

"یہ۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ کیا آج کی دنیا میں ایسا ممکن ہے۔"

"ہاں۔ کیوں۔ بالکل ممکن ہے۔"

"اچھا خیر۔ جتنا معاوضہ تم پسند کرو لے لینا۔ میں تمہارے سامنے بیس ہزار ہی رکھوں گا۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔ اب ہمیں اجازت دیجیے۔ تاکہ ہم اس کیس پر کام کر سکیں اور تین تین لوگوں سے معاوضہ وصول کر سکیں۔"

"یہ عجیب بات ہے۔ ایک طرف تو تم تین تین آدمیوں سے معاوضہ لینے پر دانت جمائے بیٹھے ہو۔ اور دوسری طرف زیادہ معاوضہ لینا پسند نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی۔"

"ہم معاوضہ کیس کے مطابق ہی لے سکتے ہیں۔ اب اگر ایک کیس ہم سے بیس آدمی حل کرائیں تو کیوں نہ ہم ان میں سے ان کی طاقت کے مطابق معاوضہ وصول کریں۔" میں نے جلدی جلدی کہا۔

"خیر۔ تمہاری تم ہی جانو۔ میں تو بس یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ سہراب بھائی کو کیا پڑی تھی، اپنا سب کچھ صبوری میاں کو دینے کی اور خود فاقوں مرنے کی۔"

"جی ہاں۔ ہم بھی یہی بات جاننے کے پیچھے پڑے ہیں۔ اور آپ مطمئن رہیں، جب ہم کسی کام کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو پھر

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

اسے کر کے چھوڑتے ہیں۔" آفتاب بولا۔

ہم نے اس سے ہاتھ ملائے اور ہوٹل کے کمرے سے نکل آئے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے سارا شہر یہ بات جاننے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔" آفتاب بڑبڑایا۔

"ہوں۔ سوال یہ ہے کہ ہم اب کیا کریں۔ یہ بات کس طرح معلوم کریں۔" اشفاق بولا۔

"ہمیں سہراب بھائی اور صبوری میاں کے ماضی کا پتا چلانا ہو گا۔"

"صبوری میاں، جلالی نور کا دوست ہے۔ کیوں نہ اس سلسلے میں ہم پہلے جلالی نور سے ملیں۔" اشفاق بولا۔

"جلالی نور اور ہمیں کچھ بتائیں، ہو ہی نہیں سکتا۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"بھئی کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ وہ ہمیں منہ میں تو ڈال نہیں لیں گے۔"

"اچھا تو پھر چلو۔ اس وقت تک وہ صبوری میاں کے ہاں سے واپس آ چکے ہوں گے۔" میں نے گویا منظوری دی۔

تھانے میں داخل ہوتے وقت ہم بُری طرح کانپ اٹھے۔ دروازے پر کھڑے کانسٹیبل نے ہمیں کھا جانے والی نظروں سے

دیکھا، لیکن بولا کچھ نہیں۔ کم از کم اتنا تو وہ جانتا ہی تھا کہ ہم جلالی نور سے ملتے رہتے ہیں۔ اب یہ اور بات ہے کہ ہماری ملاقات ہمیشہ ناخوش گوار ہوتی ہے۔

جلالی نور اپنی میز پر کسی فائل میں اس حد تک گم تھا کہ ہمارے اندر داخل ہونے کا اسے پتا تک نہیں چلا۔ یہاں تک کہ مجھے کھنکارنا پڑا۔ تب کہیں جا کر اس نے سر اوپر اٹھایا۔ جونہی ہم پر نظر پڑی۔ چونک اٹھا:

"یہاں کیسے نظر آ رہے ہو۔" آواز سرد تھی۔

"ج۔ جی۔ اچھے بھلے نظر آ رہے ہیں۔" میں ہکلایا۔

"میں نے پوچھا ہے۔ کیوں نظر آ رہے ہو۔"

"آپ سے ملاقات کو جی چاہا۔ بس چلے آئے۔" اخلاق نے فوراً کہا۔

"حالانکہ اچھی طرح جانتے ہو، مجھ سے ملاقات تمہیں مہنگی پڑتی ہے۔"

"فکر نہ کریں انکل۔ آج کل ہمارے پاس پیسے ہیں۔ دھڑا دھڑ کیس مل رہے ہیں۔ دو تین گھنٹوں میں تین کیس مل چکے ہیں۔" آفتاب نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اوہو۔ بڑی مارکیٹ ہو گئی ہے تمہاری۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"شکریہ انکل — ہم کس قابل ہیں — یہ تو بس آپ کی دعاؤں کا اثر ہے۔" آفتاب نے روانی کے عالم میں کہا۔

"کیا کہا — میری دعاؤں کا اثر ہے۔" جلالی نور نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"ج — جی ہاں — ویسے انکل — آپ کو تو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ سہراب بھائی نے اپنی دولت آپ کے دوست صبوری میاں کو کیوں دے دی — دوست دوست سے کچھ نہیں چھپاتے — لہٰذا صبوری میاں نے بھی آپ سے کبھی کچھ نہیں چھپایا ہو گا۔"

"اس نے مجھ سے بے شک کبھی کچھ نہیں چھپایا۔" جلالی نور اکڑ کر بولا۔

"گویا آپ کو معلوم ہے۔" میں جلدی سے بولا۔

"نہیں — اس نے کم از کم یہ بات مجھ سے ضرور چھپائی ہے۔ میں نے بہت کوشش کی، بلکہ سر توڑ کوشش کر چکا ہوں۔"

"اوہو — ہمیں بہت افسوس ہے انکل۔" آفتاب بول پڑا۔

"کس — کس بات پر۔" وہ بھنا کر بولا۔

"اس پر کہ آپ اس کوشش میں اپنا سر تڑوا چکے ہیں۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے — تم یہاں سے اپنا ٹوٹا پھوٹا سر لے کر ہی جاؤ گے۔" وہ جلا اٹھا۔

"ارے باپ رے — یہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" میں کانپ کر بولا۔

"میں نے محاورتاً کہا تھا۔"

"اوہ — اب ہمیں کیا معلوم تھا — آپ جملوں میں محاورات کا استعمال بھی کرتے ہیں — خیر معاف کر دیجیے — تو صبوری میاں نے آپ کو یہ بات نہیں بتائی — ویسے آپ ہمیں کم از کم یہ بات تو بتا ہی سکتے ہیں کہ صبوری میاں اس دولت کے ملنے سے پہلے کرتے کیا تھے؟"

"ج — جے —" جلالی نور کہتے کہتے رُک گیا، پھر چونک کر بولا:

"چلو بھاگو یہاں سے — میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا — یہ دوستی کا معاملہ ہے۔"

"آپ صبوری میاں کے ہاں سے اٹھ کر سیدھے تھانے میں آئے ہیں — یا درمیان میں بھی کہیں رُکے تھے؟" میں نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"کک — کیوں — کیا بات ہے۔" انہوں نے مجھ پر کھا جانے والی نظر ڈالی۔

"بس ایسے ہی — کیا آپ یہ بات بھی نہیں بتانا پسند کریں گے۔" میں بولا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"کیوں نہیں - اس میں کیا حرج ہے - ہاں ٹھیک ہے - ہم وہاں سے سیدھا یہاں ہی آیا ہوں -"

"اوہ - میں سمجھ گیا - آؤ بھئی چلیں:" میں نے پُراسرار لہجے میں کہا -

"کیا سمجھ گئے تم -" وہ چیخ اُٹھے -

"ج - جی - کچھ نہیں -" میں نے کانپ کر کہا اور جلدی سے اُٹھتے ہوئے بولا:

"آؤ بھئی چلیں -"

اس سے پہلے کہ ہم اُٹھ سکتے، جلالی نور چھلانگ لگا کر کرسی سے اُٹھے اور دفتر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا، پھر چٹخنی لگا کر مڑے:

"ہاں! اب بتاؤ - تم کیا سمجھ گئے:" اب ان کی آواز سرد تھی -

"بات دراصل یہ ہے انکل - اگر آپ جاننا ہی چاہتے ہیں ہم نے آپ کو صبوری میاں کے ہاں دیکھا تھا - اس وقت آپ کی جیب میں یہ زرد لفافہ نہیں تھا - آپ وہاں سے سیدھے یہاں آئے ہیں - لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ آپ یہ لفافہ ان سے لے کر آتے ہیں:" میں نے ان کی جیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا -

"تم - تم شوکی - میرے ہاتھ سے مارے جاؤ گے - اسے لکھ لو:" جلالی نور نے انتہائی تیز آواز میں کہا، لیکن آواز بلند نہیں تھی -

"ل - لکھ لوں - کیسے لکھ لوں -"

"صبوری میاں میرا دوست ہے - اور بس - تم صرف یہ بات ذہن میں رکھو اور سب کچھ بھلا دو - سمجھ گئے:"

"ج - جی - بالکل سمجھ گئے:"

"ویسے یہ بات جاننے کے لیے خود میں بھی بے چین ہوں - کہ سہراب جانی نے اپنی ساری دولت صبوری میاں کو کیوں دے دی - اس کم بخت کو صبوری میاں میں ایسی کیا بات نظر آئی تھی - وہ مجھے بھی تو اپنی دولت دے سکتا تھا:" جلالی نور کے لہجے سے بلا کی حسرت ٹپک پڑی -

"یہ - یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں -" آفتاب نے بوکھلا کر کہا -

"سنو - اگر تم یہ راز معلوم کر کے سب سے پہلے مجھے بتا دو تو میں تمہیں دس ہزار روپے دوں گا - شرط یہ ہے کہ کسی اور کو بتانے سے پہلے مجھے بتا دو:" انہوں نے رازدارانہ لہجے میں کہا -

"کیا - یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں:"

"ہاں - میں بھی یہ بات جاننے کے لیے بُری طرح بے چین

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

ہوں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ بجے دیکھو۔ بے چین نظر آتا ہے خیر۔ آپ کے لیے بھی سہی۔ تاہم ہم یہ وعدہ نہیں کر سکتے کہ سب سے پہلے آپ کو بتائیں گے۔"

"اس صورت میں میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔" انہوں نے کہا

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔ دیکھا جائے گا۔ یہ فیصلہ ہم اس وقت کریں گے، جب راز معلوم کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ اور اس زرد لفافے کا خیال تک دل سے نکال دینا۔ ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔"

"آپ سے بُرا تو۔" آفتاب کہتے کہتے رُک گیا۔

"نکل جاؤ، ورنہ ٹکڑے اڑا دوں گا۔" اس نے حلق پھاڑا۔

"ج۔ جی۔ نکل کیسے جائیں۔ دروازہ تو بند ہے۔"

"چٹخنی گرا سکتے ہو۔ ہاتھ تو نہیں ٹوٹے ہوئے تمہارے۔"

اور ہم دروازہ کھول کر گرتے پڑتے باہر نکل آئے۔ سڑک پر پہنچ کر دم لینے کے لیے رُکے ہی تھے کہ ایک ٹیکسی پاس سے گزری۔

"ٹیکسی۔" میں نے جلدی سے آواز لگائی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی روک لی اور ہم اس میں لد گئے۔ اس وقت گھر کے علاوہ کہاں جا سکتے تھے۔ لہذا پتا بتا دیا۔

"اسس۔ بھائی جان اس لفافے میں کیا تھا؟" آفتاب سے ہ نہ گیا۔

"چُپ!" میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے ڈانٹا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

کڑکڑاہٹ

ٹیکسی میں چند سیکنڈ کے لیے خاموشی چھا گئی۔ آخر آفتاب نے کہا:

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ یہ اس مرتبہ ہم کس چکر میں پھنس گئے۔"

"چکر بہت گہرا دکھائی دیتا ہے۔ خیر۔ اب ہم بھی معلوم کیے بغیر نہیں رہیں گے۔"

"اوہو۔ ڈرائیور صاحب۔ یہ آپ نے ٹیکسی کس طرف موڑ دی۔ میں نے آپ کو شاد روڈ بتایا تھا۔ جو نصیر آباد میں ہے۔"

"اوہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ خیر کوئی بات نہیں، اگلے چوراہے سے موڑ لوں گا۔ یہاں سے تو مڑ نہیں سکتی، کیونکہ ون وے ٹریفک ہے۔"

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ خیر۔ تو ہم کیا بات کر رہے تھے۔" میں ان کی طرف مڑا۔

"اب ہمارے چار موکل ہو گئے۔ یوں لگتا ہے۔ جیسے ایک نہ دن یک موکلوں کی لائن لگ جائے گی۔" آفتاب نے کہا۔

"کمال تو یہ ہے کہ جلالی نور جیسے لوگ بھی اپنے دوست سے کچھ معلوم نہیں کر سکے۔ گویا میاں صاحب نے کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا۔"

"ہوں۔ اب تو میں بھی بہت بے چینی محسوس کرنے لگا ہوں۔ جی چاہتا ہے۔ سیدھا میاں صاحب کے پاس جاؤں اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جاؤں۔ اور کہوں۔ میاں صاحب۔ خدا کے لیے بتا دیں، صرف اتنا بتا دیں کہ۔"

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ ٹیکسی نے ایک اور موڑ کاٹا تھا۔

"ارے ارے۔ ڈرائیور صاحب۔ آپ نے پھر ٹیکسی غلط موڑ دی۔"

"ہاں، اب غلط موڑ کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا۔" ڈرائیور نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کک۔ کیا مطلب۔ غلط موڑ کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا۔ یہ کیا بات ہوئی۔" میں کانپ کر بولا۔ ان تینوں کے رنگ بھی اڑ گئے۔ چہرے دھواں ہو گئے۔

"بس چپ چاپ اطمینان سے بیٹھے رہو۔ اس میں تمہاری

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

بھلائی ہے۔ جونہی تم میں سے کسی نے حلق سے آواز نکالی۔ میں نے گاڑی کسی دوسری گاڑی میں ماری۔ یا پھر کسی کھمبے سے ٹکرا دوں گا، کیونکہ اس وقت مجھ پر خون سوار ہے۔ اور جب مجھ پر خون سوار ہوتا ہے تو میں کچھ نہیں دیکھتا۔ یہ بھی نہیں کہ خود میرا کیا حشر ہوگا۔" وہ سرد لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"یہ۔ آپ۔ کیا۔ کہہ رہے ہیں جناب۔" میں اٹک اٹک کر بولا۔

"جو کہہ چکا ہوں۔ تم نے سن ہی لیا ہے۔ ویسے میری پنڈلی سے ایک عدد خنجر بھی اڑسا ہوا ہے۔ میں اسے کسی وقت بھی نکال سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ ارے باپ رے۔ خنجر۔ یعنی کہ خنجر۔" آفتاب گڑبڑا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی شہر سے باہر نکل چکی تھی:

"آپ۔ آپ کا پروگرام کیا ہے جناب۔" آفتاب ہکلایا۔

"بہت سنسنی خیز۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں، یہ تو خیر ہے۔ سنسنی خیزی تو اس میں تھوک کے حساب سے نظر آ رہی ہے۔ ویسے جناب معاف کیجیے۔ ہم اس حد تک سنسنی خیزی کے قائل نہیں۔"

"اوہو اچھا!" اس کا انداز مذاق اڑانے کا تھا۔

"آپ یہ پروگرام کس کے حکم سے کر رہے ہیں؟"

"اپنے باس کے حکم سے۔" اس نے بتایا۔

"بہت بہت شکریہ۔ جہاں آپ نے اتنی باتیں بتائیں۔ اپنے باس کا نام بھی بتا دیں۔"

"سوری۔ میں یہ نہیں بتا سکتا۔"

"اچھا کوئی بات نہیں۔ اپنا نام بتا دیں۔"

"میرا نام ڈرائیور ہے۔"

"بہت ہی پیارا نام ہے۔ سن کر خوشی ہوئی۔ اتنے پیارے نام بہت کم سننے میں آتے ہیں۔"

"آخر ہم کب تک سفر کرتے رہیں گے۔" میں نے تنگ آ کر کہا۔

"جب تک منزل نہ آ جائے۔" ڈرائیور گنگنایا۔

"یہ بات بھی آپ کی ٹھیک ہے، معلوم ہوتا ہے۔ آپ بہت ٹھیک باتیں کرنے کے عادی ہیں۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔"

اچانک ٹیکسی ایک کچے راستے پر اتر گئی۔ دھول کا ایک بادل ٹیکسی کے پیچھے اٹھنے لگا۔ پانچ منٹ تک ہچکولے کھانے کے بعد آخر ٹیکسی رک گئی۔ ساتھ ہی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز جانی پہچانی تھی۔ پہلے بھی کئی موقعوں پر اس آواز

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

سے واسطہ پڑ چکا تھا۔ اب ڈرائیور نیچے اترا اور بولا:

"چلو بھئی۔ تم بھی نیچے اترو۔ تمہاری منزل آ گئی۔"

ٹیکسی جس جگہ رُکی تھی، وہاں ایک پرانا سا مکان تھا۔ اس کا دروازہ کافی مضبوط نظر آ رہا تھا۔ ہم نے دیکھا۔ ڈرائیور کے ہاتھ میں لمبے پھل والا خنجر تھا۔ غروب ہوتے سورج کی ایک آدھ کرن اس کے پھل کو چمکا گئی:

"آگے بڑھو اور مکان میں داخل ہو جاؤ۔"

"آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"تمہیں اس مکان میں بند کرنا۔"

"لیکن کیوں۔ ہم نے آپ کے باس کا کیا بگاڑا ہے؟"

"باس جانے۔ مجھے تو بس ان کے احکامات پر عمل کرنا ہے۔"

"تو کیا آپ کے باس نے آپ کو یہ بتا دیا تھا کہ ہم اس وقت تھانے میں موجود ہیں۔"

"نہیں۔ میں تو بہت دیر سے تم لوگوں کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ موقع تھانے کے باہر ہی ملا تھا۔"

"ہوں۔ اچھا خیر۔ مکان میں بند کرنے کے علاوہ تم کچھ اور نہیں کر سکتے۔" اشفاق نے کانپتی آواز میں کہا۔

"نہیں۔ حکم یہی ہے۔"

"اچھا۔ آؤ بھئی۔ مکان میں چلیں۔ لیجیے۔ اب آپ دروازہ

بند کر لیجیے۔" میں نے کہا اور مکان کی طرف چلا۔ تینوں نے ڈگمگاتے قدموں سے میرا ساتھ دیا۔

مکان کا دروازہ کُھلا تھا۔ دباؤ ڈالنے پر کُھلتا چلا گیا۔ اور ہم چاروں اندر داخل ہو گئے۔ ڈرائیور ہمارے پیچھے دروازے تک آیا۔ ہم نے مُڑ کر اُس کی طرف دیکھا تو بولا:

"مُڑ کر دیکھنے کی بجائے۔ آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ اسی میں تمہاری خیر ہے۔"

"جی اچھا۔ شکریہ۔" میں بولا۔

ہم آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند کر دیا گیا۔ ہم نے دیکھا۔ مکان کے صحن میں کھڑے تھے اور اوپر آسمان نظر آ رہا تھا۔

"یا اللہ۔ یہ چکر کیا ہے۔ کیا ہماری قسمت میں اس قسم کے مکان رہ گئے ہیں۔ یہ مجرم لوگ ایسے مکان کس طرح ڈھونڈ لیتے ہیں۔" اشفاق بڑبڑایا۔

"گھبراؤ نہیں۔ ہمت جواں رکھو۔ آؤ پہلے مکان کا جائزہ لے لیں۔"

"جائزہ لینے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہو گا۔ ورنہ باس اور اس کے ساتھی کو کیا پڑی تھی کہ ہمیں یہاں لانے کی زحمت گوارا

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

کرتے " اخلاق نے منہ بنا کر کہا۔

" یہ تو خیر ٹھیک ہے ۔ پھر بھی اس کا جائزہ لینے میں کیا حرج ہے ۔ ہمیں یہاں اور کام ہی کیا ہے "

ہم نے چاروں طرف دیکھا ۔ صحن میں دو کمرے تھے ۔ دونوں کمروں کے دروازوں پر تالے لگے تھے ۔ ایک طرف اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں نظر آئیں ۔ ہم بے چینی کے عالم میں اوپر چڑھتے چلے گئے ۔ میں سب سے آگے تھا ۔ زینے پر پہنچ کر رک گیا ۔ زینے کا دروازہ بند تھا اور چھت کی طرف سے بند کیا گیا تھا ۔ میں نے اسے کھینچ کر دیکھا ۔ لیکن وہ ہلا تک نہیں۔

" اس کا مطلب ہے ۔ ہم مکان کی چھت پر نہیں جا سکتے " اخلاق بڑبڑایا۔

" ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ اگر ہم ان کمروں کے تالے کھولنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہو سکتا ہے کہ اندر ایسی چیزیں موجود ہوں ۔ جن کی مدد سے ہم چھت پر اور پھر چھت کے ذریعے مکان سے باہر نکل جائیں "

" تو پھر آئیے ۔ اب ان تالوں پر زور آزمائی کریں " اشفاق نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

تالے بہت مضبوط تھے ۔ اور صحن میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی مدد سے ان پر چوٹ لگائی جاتی ۔ بس ہم ہاتھوں سے زور لگا کر رہ گئے ۔

" گویا ہم اس مکان کے صحن میں ہی رہ سکتے ہیں ۔ نہ صحن سے اوپر جا سکتے ہیں اور نہ کمروں کے اندر " اخلاق بولا۔

" ہاں ۔ شاید ارشد کوئی کام دکھا دے " میں بولا۔

" وہ کیسے ۔ اسے کیا معلوم کہ ہم کہاں ہیں ۔ " اشفاق نے بُرا سا منہ بنایا۔

" کم از کم وہ ہماری گم شدگی کی اطلاع انکل کاشان کو ضرور دے گا "

" لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا ۔ ہم تو جلالی پور کے تھانے سے ایک ٹیکسی میں بیٹھے تھے ۔ کسی کو کیا پتا کہ وہ ٹیکسی مجرم کی تھی "

" خیر کوئی بات نہیں ۔ ہم اللہ کو تو یاد کر ہی سکتے ہیں "

" اللہ کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ کوشش بھی ضروری ہے اور میں ایک کمرے کے تالے کو برابر جھٹکے دیتا رہوں گا " یہ کہہ کر آفتاب اُٹھا اور تالے کے نیچے جا کھڑا ہوا ۔ اس نے تالے کو دائیں ہاتھ سے پکڑا اور زور دار انداز میں جھٹکا دیا ۔ پھر وہ مسلسل جھٹکے دیتا چلا گیا ۔ اس کی دیکھا دیکھی اشفاق بھی اٹھا اور دوسرے تالے پر جٹ گیا ۔ اب کھٹ کھٹ ہونے لگی ۔

" جب تم دونوں تھک جاؤ تو ہٹ جانا ۔ ہم دونوں شروع ہو

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

جائیں گے:" میں بولا۔

"جی اچھا:" آفتاب نے کہا۔

اس کام کا کوئی فائدہ تھا یا نہیں۔ اتنا ضرور ہوا تھا کہ ہماری توجہ بٹ گئی تھی۔ ہم نے دو گھنٹے اس کوشش میں گزارے اور پھر اچانک ایک تالا کُھل گیا۔ اخلاق چلّا اٹھا،

"کُھل گیا بھائی جان۔"

"م۔ میں کُھل گیا۔ ن۔ نہیں تو۔ یار کیوں جھوٹ بولتے ہو؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"اوہو۔ بھائی جان میں تالے کی بات کر رہا ہوں۔"

"ارے۔ پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم تالے کی بات کر رہے ہو۔"

اتنے میں اخلاق تالا نکال کر کنڈی گرا چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے دروازہ کُھل گیا۔ ہماری نظریں کمرے کے سامان پر جم گئیں، ساتھ ہی کسی چیز کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔

○

ہم بوکھلا کر پیچھے ہٹے۔ دوسرے ہی لمحے ایک بڑی سی چمگادڑ اڑتی ہوئی باہر نکلی اور آسمان کی طرف چلی گئی۔

"اُف توبہ۔ اس نے تو ڈرا ہی دیا تھا:" آفتاب نے کانپ کر کہا۔

"ہم بھی کتنے دلیر ہیں۔ ایک چمگادڑ کی پھڑپھڑاہٹ سے ڈر گئے:" اشفاق نے منہ بنایا۔

ہم پھر آگے بڑھے۔ کمرے میں لکڑی کی بڑی بڑی پیٹیاں موجود تھیں۔ یہ بہت پرانی سی تھیں۔ تعداد میں چار تھیں، لیکن چاروں خالی تھیں۔ ایک طرف ایک ہتھوڑی اور کچھ کیلیں پڑی نظر آئیں ——

"اس ہتھوڑی سے ہم دوسرا تالا کھول سکتے ہیں:" آفتاب بول اُٹھا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے:" میں نے یہ کہہ کر ہتھوڑی اٹھا لی — اس کمرے میں چونکہ اور کوئی چیز نہیں تھی، اس لیے ہم باہر نکل کر دوسرے تالے پر جُت گئے۔ اب تالے پر ہتھوڑی مسلسل برس رہی تھی۔ آخر پندرہ منٹ کی مسلسل کوشش کے بعد تالا کُھل گیا —

ہم ڈرتے ڈرتے اندر داخل ہوئے۔ اس کمرے میں بھی اتنی ہی بڑی چار پیٹیاں نظر آئیں۔ اور کوئی چیز نہیں تھی —

"حیرت ہے۔ یہاں آٹھ پیٹیوں، ایک ہتھوڑی اور کچھ کیلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ پھر ان کمروں کے دروازوں پر

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

تالے لگانے کی کیا ضرورت تھی۔" میں بڑبڑایا۔

"شاید ان کا خیال ہو گا، ہم کہیں ان پیٹیوں کی مدد سے نکل نہ بھاگیں۔" آفتاب بولا۔

"بھلا پیٹیوں کی مدد سے کس طرح بھاگ سکتے ہیں۔ یہ پیٹیاں ہیں۔ کوئی سیڑھی تو نہیں۔"

"اوہو۔ ہم تو ان سے واقعی کام لے سکتے ہیں۔" اخلاق بولا۔

"وہ۔ وہ کیسے۔" میں چونک اٹھا۔

"انہیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر ہم کم از کم چھت تک تو جا ہی سکتے ہیں۔ کیا خبر کسی درخت کی کوئی شاخ منڈیر تک آ رہی ہو۔"

"اوہ ہاں۔ واقعی۔ ہم یہ کوشش ضرور کر سکتے ہیں۔"

ہم نے ایک ایک پیٹی اٹھائی۔ ایک پیٹی پر دوسری رکھی، پھر میں اوپر چڑھا، لیکن میرا ہاتھ منڈیر تک نہ جا سکا۔ دو پیٹیوں کے اوپر تیسری پیٹی رکھنے لگے تو معاملہ اٹک گیا۔ پیٹی ہم نے سروں سے بلند کر لی، لیکن اسے دوسری پیٹی کے اوپر نہ رکھ سکے۔

"اب کیا کریں؟"

"دو پیٹیوں کو ساتھ ساتھ فرش پر رکھ کر پہلے ان دونوں

کے اوپر درمیان میں ایک پیٹی رکھی جائے، پھر ہم میں سے دو نچلی پیٹیوں پر کھڑے ہوں اور دو چوتھی پیٹی کو اٹھا کر ان کے ہاتھوں تک پہنچائیں۔ اس طرح اوپر والی پیٹی پر ہم ایک اور پیٹی رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔" اشتیاق نے جلدی جلدی کہا۔

"ترکیب زوردار ہے۔ لہٰذا آؤ۔ عمل کریں۔"

اب جو میں تیسری پیٹی پر چڑھا تو ہاتھ منڈیر تک پہنچ گئے۔ ان تینوں نے پیٹیوں کو سنبھال رکھا تھا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر اوپر اٹھنا شروع کیا۔ آخر چھت پر پہنچ گیا۔ بیرونی منڈیر سے نیچے جھک کر دیکھا تو کافی اونچائی نظر آئی۔ اور کوئی درخت بھی منڈیر تک نہیں آ رہا تھا۔

"چھت کافی اونچی ہے۔ اب کیا کریں؟" میں نے ان کی طرف جھک کر کہا۔

"گویا آپ چھلانگ نہیں لگا سکتے۔"

"نہیں۔ ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔"

"پھر کیا کیا جائے۔"

"رات ہو چلی ہے۔ شہر میں ہماری تلاش شروع ہو چکی ہو گی۔ کیوں نہ ہم صبر سے بیٹھ جائیں۔"

"یہ غلط ہے۔ کیونکہ ضروری نہیں۔ کوئی ہماری تلاش میں

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

ادھر ہی نکل آئے۔ لہٰذا ہمیں اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔"

"لیکن کون سی کوشش۔ اس کوشش کے بعد ہم اور کیا کر سکتے ہیں؟"

"ہتھوڑی۔ ہمارے پاس ایک عدد ہتھوڑی ہے۔ ہم اس کی مدد سے بیرونی دروازہ توڑنے کی کوشش تو کر ہی سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ تو پھر آپ نیچے اتر آئیں۔"

نیچے اترنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ وزن بگڑ جاتا تو اوپر والی پیٹی گر سکتی تھی اور اس پیٹی کے ساتھ ہی میں بھی نیچے آ سکتا تھا، لیکن اب میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ خدا خدا کر کے پیٹی پر پاؤں لٹکائے اور ہاتھ چھوڑ دیے۔ اس کے بعد کام آسان تھا۔ اب ہم ہتھوڑی لے کر دروازے پر پہنچے اور لگے اس پر ضربیں لگانے۔ بظاہر اس کام کا کوئی فائدہ نہیں تھا، لیکن دل کو تسلی ضرور دی جا سکتی تھی کہ ہم کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔ اچانک مجھ پر دیوانگی سی طاری ہو گئی۔ اور میں پوری طاقت سے ہتھوڑی برسانے لگا۔ ہتھوڑی دروازے پر لگتی تو ایک اونچی آواز پیدا ہوتی۔

"بھائی جان۔ ہمیں دوسروں کا خیال رکھنا چاہیے۔ خاص

طور پر اپنے پڑوسیوں کا۔" ایسے میں آفتاب بڑبڑایا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ یہاں آس پاس اگر دوسرے ہوتے تو اس وقت تک مدد کو نہ پہنچ گئے ہوتے۔" میں جل بھن کر بولا۔

"ہوں۔ بات تو یہ بھی ٹھیک ہے۔"

میں اور بھی زور زور سے ہتھوڑی چلانے لگا۔ اچانک ہمارے کانوں میں ایک آواز آئی۔ کان کھڑے ہو گئے۔ میرا ہتھوڑی والا ہاتھ یک لخت رک گیا اور اٹھا کا اٹھا رہ گیا:

"یہ۔ یہ آواز کیسی تھی؟"

"شاید کوئی بولا تھا۔" اشفاق نے کہا۔

"ان۔ اندر۔ کون ہے؟" باہر سے ایک تھر تھر کانپتی آواز سنائی دی اور ہم اچھل پڑے۔

"مصیبت کے مارے۔" میں بول اٹھا۔

"مصیبت کے مارے۔" باہر سے حیران ہو کر کہا گیا۔

"ہاں۔ ایک ظالم آدمی ہمیں اس مکان میں بند کر گیا ہے۔ شاید وہ بچوں کو اغوا کرتا رہتا ہے۔ اور اس مکان میں لا کر بند کر دیتا ہے۔ مہربانی فرما کر دروازہ کھول دیں۔ ہمارے گھر والے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔" میں

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

جلدی جلدی بولا۔

"یہ ۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ تم لوگ چور ہو۔" باہر سے کہا گیا۔

"چور ہوتے تو اندر بند کیوں ہوتے۔" میں نے بھنا کر کہا۔

"ہاں ۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ اچھا ٹھہرو۔ کھولتا ہوں۔"

پندرہ سیکنڈ بعد دروازہ کھلا اور ہم نے ایک دیہاتی کو باہر کھڑے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لالٹین تھی اور بائیں طرف ایک دس گیارہ سال لڑکی کھڑی تھی۔ دیہاتی کافی عمر رسیدہ تھا۔

"تم لوگوں کو یہاں کس نے بند کیا؟" دیہاتی نے پوچھا۔

"ہم اسے نہیں جانتے۔ لیکن آپ یہاں کس طرح پہنچ گئے؟"

"اس بچی کی وجہ سے۔ یہ میری نواسی ہے۔ اس کے کان بہت تیز ہیں۔ مسلسل ٹھک ٹھک کی آواز سن کر اس نے مجھے اس طرف آنے پر مجبور کر دیا۔ ہم دونوں اپنے گھر میں تنہا تھے۔"

"اوہ!" ہم ایک ساتھ بولے۔

"یہ مکان ہے کس کا؟" میرے منہ سے نکلا۔

"یہ تو ایک زمانے سے بند پڑا ہے۔ میں حیران ہوں۔ کون تم لوگوں کو یہاں بند کر گیا۔ کسی زمانے میں یہاں دو دوست رہا کرتے تھے۔ پھر وہ نہ جانے کہاں چلے گئے۔ مکان کے دروازے پر تالا لگ گیا تھا۔ اس کے بعد سے میں نے آج اس مکان کا دروازہ کھلا دیکھا ہے۔"

"اور وہ کرتے کیا تھے؟"

"پتا نہیں۔ شہر میں کچھ کام کرتے تھے۔" اس نے کہا۔

"بھائی جان۔ ان باتوں کی بجائے ہمیں شہر جانے کی فکر کرنی چاہیے۔" آفتاب نے گویا مجھے خیال دلایا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔ کیوں بابا۔ شہر جانے کا کوئی انتظام ہو سکتا ہے؟"

"میری بیل گاڑی حاضر ہے۔"

"بیل گاڑی۔" میرے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اس وقت تو بیل گاڑی کا ہی انتظام ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ۔ بیل گاڑی کی نسبت تو ہم پیدل زیادہ تیز چل سکتے ہیں۔ آپ یہاں کہاں رہتے ہیں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"وہ ۔ سامنے بلب جلتا دیکھ رہے ہیں۔ بس وہی ہمارا

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

مکان ہے۔"

"اور آپ کا نام کیا ہے؟"

"مجھے یہاں سب لوگ بابا شیر دین کہتے ہیں۔"

"اچھا بابا شیر دین۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے ہماری بہت مدد کی۔ ورنہ ہم تو اس مکان کے اندر بھوکوں مر جاتے۔"

"نہیں بھئی۔ ایسا بھی کیا۔ میں تمہارے لیے کھانے کا بندوبست کر دیتا۔" بوڑھے نے کہا۔

اور ہم ہنس پڑے۔ بوڑھے کی سادہ لوحی پر۔ اس کی نواسی ہمیں ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔ جیسے ہم اس دُنیا کی نہیں۔ کسی دوسری دُنیا کی مخلوق ہوں۔

آخر ہم ان سے رُخصت ہوئے۔ تیز تیز قدم اٹھاتے شہر کی طرف چلے۔

"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ہم اس قید سے تو نکلے۔ ورنہ یہ مکان ہمارا مقبرہ بن جاتا۔" اشفاق نے کہا۔

"گمنام مقبرہ کہو۔" آفتاب بولا۔

ایک گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد شہر کے آثار دکھائی دینے لگے۔

"لو بھئی۔ آخر ہم شہر تک پہنچ گئے۔ اب یہاں سے کوئی ٹیکسی پکڑ سکیں گے۔" میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"

"کہیں اُسی ٹیکسی میں نہ بیٹھ جایئے گا۔" آفتاب بولا۔

"اب ہم اتنے بھی اندھے نہیں کہ اسے پہچان نہ سکیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ وہ اب میک اپ میں ہو۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"اوہ۔ تم تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہو۔ خیر ہم کسی ٹیکسی میں نہیں بیٹھیں گے۔ پیدل ہی گھر تک جائیں گے۔"

"ہوں۔ یہ ٹھیک ہے۔"

لیکن پیدل جانا ہماری قسمت میں نہیں تھا۔ اسی وقت سامنے سے آتی ایک گاڑی کی لائٹیں ہماری آنکھوں کو چندھیا گئیں۔ ساتھ ہی ایک زور دار آواز گونج اُٹھی:

"اے۔ خبردار۔ سڑک کے کنارے کھڑے ہو جاؤ۔ کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو۔"

ہم نے چونک کر دیکھا۔ وہ ایک پولیس جیپ تھی۔ اس وقت تک نزدیک آ چکی تھی۔ ہم نے ایک سب انسپکٹر کو جیپ سے اُترتے دیکھا۔ ساتھ ہی چار کانسٹیبل اُترے۔ اور ہماری طرف بڑھنے لگے۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

معصوم مؤکل

سب انسپکٹر چند لمحوں تک ہمیں کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا، آخر چنکارا:

"تم لوگوں کو میرے ساتھ تھانے چلنا ہے۔"

"ل۔ لیکن۔ کس لیے جناب۔" میں ہکلایا۔

"پپ۔ پتا نہیں۔" اس نے بھی میرے انداز میں کہا۔

"دیکھیے۔ ہم پہلے ہی بہت تھکے ہوئے ہیں۔ گھر جا کر آرام کرنا چاہتے ہیں، صبح تھانے میں حاضر ہو جائیں گے، یہ ہمارا وعدہ رہا۔" آفتاب نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایسے وعدے تو لوگ ہم سے ہر روز ہی کرتے ہیں۔ چلو بیٹھ جاؤ جیپ میں۔"

"لیکن جناب۔ بات کا بھی تو پتا چلے۔"

"تم شوکی برادرز ہی ہو نا۔" وہ بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔ ہیں تو ہم شوکی برادرز ہی۔ لیکن شوکی برادرز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم جہاں بھی کسی پولیس والے کو نظر آئیں۔ وہ ہمیں تھانے چلنے کا حکم دے دے۔" میں نے جل بھن کر کہا۔

"کم از کم آج کی رات تم لوگوں کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔" سب انسپکٹر مسکرایا۔

"کیا مطلب۔ یہ سلوک کیوں ہوگا؟"

"تھانے چل کر ہی پتا چل سکتا ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"اچھا۔ جیسے آپ کی مرضی۔ چلیے ہم تیار ہیں۔"

"تیار نہ ہوتے، تب بھی میں تمہیں لے جا کر رہتا۔" اس نے کہا اور ہم بے چارگی کے عالم میں جیپ پر سوار ہو گئے۔

"تم تو بڑے چھپے رستم نکلے۔"

"چھپے رستم اور ہم۔ نہیں جناب۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے گویا اعلان کیا۔

"کیا نہیں ہو سکتا۔" سب انسپکٹر حیران ہو کر بولا۔

"یہ کہ ہم چھپے رستم ہیں۔ ہم تو جناب اعلانیہ رستم ہیں، جو کام کرتے ہیں، اعلانیہ کرتے ہیں۔"

"لیکن اس بار تم نے ایسا نہیں کیا۔"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"اب ہمیں کیا پتا — ہم نے کیسا نہیں کیا۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"تھانے چل کر معلوم ہوگا — تم نے کیا کیا ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" اشفاق بڑبڑایا۔

"بے شک — وہ رحم فرمانے والے ہیں اور رحم فرمائیں گے۔" اخلاق نے بھی اشفاق کی تائید کی۔

جلد ہی جیپ ایک تھانے میں داخل ہوئی اور یہ دیکھ کر ہمارے ماتھے ٹھنکے کہ پولیس اسٹیشن انسپکٹر جلالی نور صاحب کا تھا۔ جلالی نور نے جونہی ہمیں دیکھا۔ کھل اٹھا:

"بہت خوب — تو یہ لوگ پکڑے گئے — ویسے مجھے حیرت ہے ان لوگوں کی گرفتاری میں اتنی دیر کیوں لگی۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے — یہ لوگ شہر میں تھے ہی نہیں۔" سب انسپکٹر بولا۔

"کیوں — انہیں کہاں سے گرفتار کیا گیا۔" جلالی نور حیران ہو کر بولا۔

"شہر سے باہر جانے والی ایک سڑک سے — یہ اس سڑک پر شہر کی طرف چلے آ رہے تھے۔"

"تب انہیں شہر میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔" جلالی نور بڑبڑایا —

"معاملہ کیا ہے انکل صاحب۔" آفتاب نے بے چین ہو کر کہا۔

"انکل صاحب — یہ کیا بات ہوئی۔" جلالی نور پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"مگ — کوئی بری بات کہہ دی میں نے — اچھا خیر — میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" آفتاب کانپ اٹھا۔

"ہاں تو معاملہ یہ ہے شوکی صاحب کہ آپ کے خلاف چوری کی رپورٹ درج کرائی گئی ہے۔"

"ہمارے خلاف — ارے باپ رے — ہمارے تو فرشتوں نے بھی کبھی چوری نہیں کی — الزام کس طرح لگ گیا اور الزام لگانے والا ہے کون؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہوٹل گرین کے مینجر نے رپورٹ لکھوائی ہے — اب تم بتاؤ — اتنی دیر تک کہاں غائب رہے — میں تمہیں پورے شہر میں تلاش کراتا رہا ہوں۔"

"ہمیں — جب ہم آپ سے ملاقات کر کے تھانے سے نکل رہے تھے تو ہمیں ایک ٹیکسی ڈرائیور نے اغوا کر لیا تھا — وہ ہمیں جنگل میں ایک مکان میں لے گیا اور خنجر کے زور پر مکان میں قید کر کے چلا گیا۔" میں نے پریشان آواز میں کہا۔

"پھر تم اس بند مکان سے کس طرح نکلے؟"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"اس کے لیے ہمیں بہت کوشش کرنا پڑی۔" اشفاق نے فوراً کہا۔

"میں اسی کوشش کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ضرور جان لیں۔ بھلا ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" یہ کہہ کر میں نے تفصیل سُنا دی۔

"تمہارے سچ اور جھوٹ کی تصدیق کرا لی جائے گی۔ اب میں تمہیں رپورٹ کی تفصیل سنا دوں۔ اس کے مطابق تم نے ہوٹل کے تین قیمتی گل دان چرائے ہیں۔ تم ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ جبوری میاں کے بارے میں پوچھتے رہے، پھر ہوٹل کے مینجر کے کمرے میں گئے۔ وہاں سے تمہیں ہوٹل کے ایک گاہک فونڈا صاحب اپنے کمرے میں لے گئے۔ یہ گلدان انہی کے کمرے میں رکھے تھے۔"

"تت۔ تو کیا گل دانوں کی گم شدگی کی اطلاع مسٹر فونڈا نے دی تھی؟"

"نہیں۔ مینجر صاحب اتفاقیہ طور پر ان کے کمرے میں گئے اور گل دان غائب پائے۔ مسٹر فونڈا کی توجہ اس طرف دلائی تو انہوں نے گل دانوں کے بارے میں لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا۔ انہیں کچھ معلوم نہیں، گل دان کہاں چلے گئے۔ اس پر مینجر صاحب نے کہا کہ یہ کام ضرور تم لوگوں کا ہے، کیونکہ

اس روز باہر سے سوائے تم لوگوں کے اور کوئی مسٹر فونڈا کے کمرے میں داخل نہیں ہوا۔ لہٰذا انہوں نے رپورٹ درج کرا دی۔"

"لیکن انکل نلالی۔ سوری جلالی نور صاحب۔ یہ کام کسی بیرے کا بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"ہوٹل کے مینجر کا کہنا ہے کہ ان کے بیروں نے کبھی کوئی غلط حرکت نہیں کی۔ تمام بیروں کو پوری طرح چھان بین کر کے رکھا گیا ہے۔ اگر بیرے چوریاں کرنے لگیں تو پھر ہوٹل میں ایک بھی قیمتی چیز باقی نہ بچے۔"

"ہوں۔ گل دانوں کی قیمت کتنی لکھوائی ہے انہوں نے؟"

"ہاتھی دانت کے گل دان بتائے جاتے ہیں۔ تقریباً پانچ پانچ ہزار روپے کے خریدے گئے تھے۔" جلالی نور نے بتایا۔

"انتہائی افسوس ناک رپورٹ درج کرائی گئی ہے۔" آفتاب بڑبڑایا۔

"کیا مطلب!" جلالی نور نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ یہ کام ہمارا نہیں۔ ہم پر صرف الزام لگایا گیا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چل کر تصدیق کر سکتے ہیں۔ اس مکان میں ہمیں قید کیا گیا۔ ہم بہت مشکل سے نکلے۔ ورنہ وہیں بھوکے پیاسے مر جاتے۔ وہاں ہماری انگلیوں کے نشانات

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

موجود ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تصدیق ضرور کروں گا۔ اگر تم اپنے کسی مددگار کو ساتھ لینا چاہو تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا، کیونکہ اس بار تم میرے شکنجے میں اس بری طرح آ گئے ہو کر بچنے کے امکانات بالکل نہیں ہیں۔ اب تمہیں ہر حال میں جیل جانا ہوگا۔" جلالی نور نے روانی کے عالم میں کہا۔

"آخر آپ ہمیں جیل بھیجنے پر کیوں تُل گئے ہیں؟" میں بھنّا اُٹھا۔

"تم لوگ پولیس کے کاموں میں دخل اندازی کرتے رہتے ہو۔" اس نے منہ بنایا۔

"اس کا سیدھا سادا طریقہ تو یہ ہے کہ آپ ہم پر مقدمہ کر دیں اور یہ بات ثابت کر دیں۔"

"مجھے اس قسم کے جھنجٹ میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"اچھا خیر۔ ہمیں اکبر راٹھور صاحب کو فون کرنے کی اجازت دیجیے۔" میں نے اکتا کر کہا۔

"میں پہلے ہی جانتا تھا۔ تم لوگ اکبر راٹھور کو بلاؤ گے۔ اور کوئی وکیل نہیں ملتا تمہیں۔" وہ بھنّا کر بولا، پھر فون کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"خیر کوئی بات نہیں۔ اس بار اکبر راٹھور بھی تمہیں نہیں بچا سکیں گے۔"

"اللہ مالک ہے۔ ویسے انکل معاف کیجیے گا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ جھوری میاں سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"دوستانہ تعلق ہے۔ پہلے بھی بتا چکا ہوں۔" اس نے تقریباً چیخ کر کہا۔

"شکریہ انکل۔" میں نے بوکھلا کر کہا اور فون اپنی طرف کھینچ لیا۔ جلد ہی اکبر راٹھور کی آواز سنائی دی:

"ہیلو انکل۔ آپ نے سنا۔ ہمارے خلاف چوری کی رپورٹ درج کرائی گئی ہے۔"

"اوہو اچھا۔ میرے لیے نئی خبر ہے۔ کس نے ایسا کیا، کیا جلالی نور نے؟"

"جی نہیں۔ ہوٹل گرین کے مینجر نے۔"

"اور اس نے ایسا کس بنیاد پر کیا؟" انہوں نے پوچھا۔

"ہم ایک سلسلے میں ہوٹل گئے تھے۔"

"کہاں سے فون کر رہے ہو؟"

"انکل جلالی نور صاحب کے دفتر سے۔ وہ ہمیں حراست میں لینا چاہتے ہیں۔"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"سمجھ گیا۔ میں آ رہا ہوں۔ فکر نہ کرنا۔"

"جی بہتر۔ نہیں کریں گے۔" دوسری طرف سے ریسیور رکھے جانے کی آواز سُن کر میں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

"کیا نہیں کریں گے۔" جلالی نور نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"جی فکر۔ فکر بھی بھلا کوئی کرنے کی چیز ہے۔"

"ادھر اُدھر کی نہ ہانکو۔ یہ تمہارے وکیل کب تک آ جائیں گے؟"

"جی بہت جلد۔ وہ روانہ ہو چکے ہوں گے۔"

"کیا تم اپنے والد کو بلانا پسند نہیں کرو گے۔"

"نہیں۔ انہیں کس لیے پریشان کیا جائے۔ جلد ہی آپ ہمیں جانے کی اجازت دینے پر مجبور ہو جائیں گے اور ہم گھر جا کر سو جائیں گے۔"

"خام خیالی ہے تمہاری۔" جلالی نور مسکرایا۔

آدھ گھنٹے بعد اکبر راٹھور صاحب کی کار اندر داخل ہوئی، ان کے چہرے پر ناگواری کے اثرات تھے۔ آتے ہی جلالی نور سے بولے:

"آخر آپ میرے اِن معصوم مؤکلوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئے ہیں۔"

"معصوم مؤکل۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں وکیل صاحب۔ ان سے زیادہ تیز طرار اور چالاک ملزم تو میں نے دیکھے ہی نہیں۔ انہوں نے ہوٹل گرین کے ایک کمرے سے تین قیمتی گلدان اس خوبصورتی سے چرائے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔" جلالی نور نے کہا۔

"شوکی۔ پہلے مجھے واقعات سناؤ۔" وہ میری طرف مڑے اور میں شروع ہو گیا۔ آخر میرے خاموش ہونے کے بعد وہ بولے:

"ہوں! اور اب جلالی نور صاحب تم لوگوں کے بیان کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔"

"ج۔ جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ تو پھر چلیے۔ اس مکان سے ہو آئیں۔"

کار اور جیپ میں ہم لوگ مکان کی طرف روانہ ہوئے۔

"راٹھور صاحب۔ ہمارے بیان کی تصدیق کے لیے بابا شیر دین کو ضرور بلوائیے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ جلالی نور صاحب تمہیں گرفتار نہیں کر سکیں گے۔" وُہ بولے۔

آخر ہم مکان تک پہنچ گئے۔ مکان جوں کا توں تھا۔ دروازہ چوپٹ کُھلا تھا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"یہی ہے وہ مکان۔ اندر ہماری انگلیوں کے نشانات مل جائیں گے۔ بابا شیر دین کی گواہی ہماری سچائی کا مزید ثبوت ہو گی۔"

سب لوگ اندر داخل ہوئے۔ جلالی نور فنگر پرنٹ کے دو ماہروں کو بھی ساتھ لایا تھا۔ انہوں نے اپنا کام شروع کیا۔ ہماری انگلیوں کے نشانات بھی سادہ کاغذ پر لیے۔ ایک کانسٹیبل شیر دین کو بلانے کے لیے بھیجا گیا۔ جلد ہی وہ ایک اور دیہاتی کو لے کر حاضر ہوا اور بولا:

"جناب۔ اس علاقے میں بابا شیر دین نام کا کوئی شخص نہیں رہتا۔ اس دیہاتی کو ہم اسی مکان میں سے لائے ہیں، جس کی طرف شوکی نے اشارہ کیا تھا۔"

"کک۔ کیا مطلب۔" میں چونک اٹھا۔

"تم نے سنا نہیں۔ یہاں کوئی آدمی بابا شیر دین نام کا نہیں رہتا۔"

"اوہ۔ ارے بھئی۔ اس کی تو ایک نواسی بھی ساتھ آئی تھی۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"جی نہیں۔ ایسا کوئی آدمی یہاں نہیں رہتا جس کی ایک نواسی بھی ہو۔"

"یا اللہ رحم۔ یہ کیا ماجرا ہے۔" اشفاق نے بوکھلا

کر کہا۔

"ماجرا یہ ہے کہ تم لوگ جھوٹ پر جھوٹ بول رہے ہو۔ لیکن شاید تم نے سنا نہیں۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔" اشفاق نے کہا۔

"ہاں بھئی۔ آپ لوگ اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔ یا نہیں۔"

"جی۔ ہو گئے۔ ان لوگوں کی انگلیوں کے نشانات یہاں کئی جگہ موجود ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے۔ یہ اس مکان میں آئے ضرور تھے۔ تب تو یہ یہاں وہ گل دان چھپانے کے لیے آئے ہوں گے۔"

"بالکل غلط۔ ہم نے گل دان چرائے ہی نہیں تو چھپاتے کیسے۔"

"تلاشی لو۔ اس پورے مکان کی۔"

کانسٹیبلوں نے تلاشی کا کام شروع کیا۔ اکبر راٹھور گہری سوچ میں گم تھے۔ اچانک ایک کانسٹیبل آتا نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں تین ہاتھی دانت کے گل دان تھے۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"یہ ایک لکڑی کی پیٹی میں رکھے تھے جناب۔ اور ڈھکنا کیلوں سے لگا دیا گیا تھا۔"

"کیا!" ہم چلا اُٹھے۔

"وہ مارا" جلالی نور نے پُر جوش لہجے میں کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ان لوگوں کے خلاف کوئی چال چلی گئی ہے۔" اکبر راٹھور بولے۔

"بالکل یہی بات ہے انکل۔" میں چلایا۔

"یہ بات عدالت میں ثابت کیجیے گا۔ میں انہیں گرفتار کر رہا ہوں۔"

"میں ان کی ضمانت دیتا ہوں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ انہیں گرفتار نہ کریں اور مزید تفتیش کر لیں۔"

"نہیں۔ پہلے میں انہیں گرفتار کروں گا۔ اور پھر مزید تفتیش کروں گا۔"

"انکل جلالی نور۔ وہ زرد لفافہ اب آپ کی جیب میں نظر نہیں آ رہا۔" میں نے جل کر کہا۔

"کون سا زرد لفافہ۔ تم ضرور غلط فہمیوں، بلکہ خوش فہمیوں کا شکار ہو۔ عدالت میں جا کر دماغ درست ہو گا۔ چلو بھئی، ڈال دو ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ اب یہ اکبر راٹھور صاحب کی کار میں نہیں ہمارے ساتھ جیپ میں جائیں گے۔" اس نے

حکم دیا۔

"انکل راٹھور۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"سازش۔ لیکن تم فکر نہ کرو۔ میں اس سازش کو بے نقاب کر دوں گا۔"

"تت۔ تو کیا۔ اس وقت ہمیں حوالات میں جانا ہو گا۔"

"مجبوری ہے۔ مسٹر جلالی نور نہیں مانیں گے۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔ کوئی بات نہیں۔" میں نے منہ بنایا۔

آخر یہ قافلہ روانہ ہوا۔ اب ہم جیپ میں تھے۔ اکبر راٹھور کار میں پیچھے چلے آ رہے تھے۔ اچانک جیپ کی رفتار تیز ہو گئی۔ کار بہت پیچھے رہ گئی۔ یہاں تک کہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"اُف خدا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔" آفتاب نے کانپ کر کہا۔

"ظلم ہو رہا ہے۔ کیونکہ جہاں انصاف نہیں ہوتا، وہاں ظلم ہوتا ہے۔" میں بولا۔

"پہلی بار تو تمہارے ساتھ انصاف ہو گا۔" جلالی نور ہنسا۔

ایک گھنٹے بعد ہم تھانے میں داخل ہو رہے تھے۔ جیپ سے اُتر کر جونہی ہم حوالات کی طرف بڑھے۔ سامنے کھڑے انکل

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

کاشان اور ابا جان پر نظر پڑی۔ ایک طرف ارشد بھی سہمے ہوئے انداز میں کھڑا نظر آیا۔

"اُف اللہ! ان کے ہاتھوں میں تو ہتھکڑیاں ہیں۔" ابا جان بولے۔

"ہتھکڑیاں نہیں تو کیا پھولوں کے ہار ہوں گے۔ انہوں نے چوری کی ہے۔" جلالی نور نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے چور نہیں ہیں۔"

"ہمارے پاس ثبوت موجود ہے۔" جلالی نور تلملا کر بولا۔

"ابا جان۔ گھبرائیے نہیں۔ بہت جلد اس سازش کے جال کو تار تار کر دیا جائے گا۔ انکل راٹھور صبح ہماری ضمانت کرا لیں گے۔"

"دیکھا جائے گا۔" جلالی نور بولا۔

"چلو بھئی۔ داخل کر دو انہیں حوالات میں۔ اور آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" جلالی نور نے پہلے کانسٹیبلوں سے اور پھر ابا جان وغیرہ سے کہا۔

"ابا جان۔ آپ لوگ یہاں کس طرح پہنچے؟"

"جب تم گھر نہ آئے تو میں ارشد کے پاس گیا۔ پھر ہم دونوں کاشان صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے اِدھر اُدھر فون کیے اور آخر یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ تم لوگوں کے خلاف

چوری کی رپورٹ درج کرائی گئی ہے اور انسپکٹر جلالی نور تمہارے ساتھ کہیں گئے ہیں۔ لہٰذا ہم یہاں آ گئے۔" انہوں نے بتایا۔

"اب آپ بے فکر ہو کر گھر جائیے۔" میں نے کہا۔

اس کے سوا کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔ حوالات کی سلاخوں کے پیچھے سے ہم انہیں جاتے دیکھتے رہے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ایک کار تھانے میں داخل ہوئی۔ اور ہم چونک اٹھے۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

ہاتھ میں کیا ہے

کار کا دروازہ کھلا، انکل اکبر راٹھور اور بابا شیر دین اس سے اترے، ہم پر ایک نظر ڈالتے ہوئے جلالی نور کے دفتر کی طرف چلے گئے۔ گویا انکل راٹھور بابا شیر دین کو تلاش کر لائے تھے۔ یہ انہوں نے واقعی کارنامہ انجام دیا تھا۔ پندرہ منٹ بعد ایک کانسٹیبل نے حوالات کا دروازہ کھول دیا اور ہمیں جلالی نور کے دفتر میں لے آیا۔ جلالی نور کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔ آنکھوں میں غصے کے آثار تھے۔ ہم پر نظر پڑتے ہی بولا:

"تم ایک بار پھر بچ گئے۔ لیکن یاد رکھو۔ ایک دن تم میرے شکنجے میں اس طرح آؤ گے کہ بچ نہیں سکو گے۔"

"شکریہ انکل۔" آفتاب چہکا۔

"آؤ بھئی چلیں۔ تمہاری بے گناہی ثابت ہو گئی۔" اکبر راٹھور مسکرائے۔

"اور یہ کس طرح ہوا انکل۔"

"میں نے کار کی رفتار آہستہ کر لی تھی۔ یہاں تک کہ جیپ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے بعد میں واپس مڑا اور جنگل میں آبادی تک جا پہنچا۔ بابا شیر دین کے دروازے پر دستک دی تو انہوں نے دروازہ کھولا۔ یہ بری طرح رو رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا، یہ کون ہیں اور رو کیوں رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے بتایا۔ میرا نام بابا شیر دین ہے۔ دو غنڈوں نے مجھے اور میری نواسی کو پکڑ کر ایک دوسرے مکان میں بند کر دیا تھا، ابھی ابھی وہ مجھے کھول کر یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ نہ جانے انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ میں ساری بات سمجھ گیا۔ مکان تک آنے والا دیہاتی۔ فرضی دیہاتی تھا۔ گویا یہ تم لوگوں کو پھانسنے کا چکر تھا۔ بابا شیر دین کا بیان سننے کے بعد انسپکٹر تم لوگوں کو حوالات میں کس طرح رکھ سکتے ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے۔ آپ کو بابا شیر دین مل گئے۔ ورنہ انکل جلالی نور نے تو ہمیں پوری طرح چور بنا دیا تھا۔"

"آؤ اب چلیں۔"

بابا شیر دین کو اس کے گھر چھوڑ کر ہم سب گھر پہنچے۔ جونہی ابا جان نے دروازہ کھولا، امی جان کی سسکیوں کی

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

آواز سنائی دی:

"ارے۔ تم لوگ آگئے۔" ابا جان اچھل پڑے۔

"کک۔ کون لوگ آگئے۔" اندر سے امی جان چیخ کر بولیں۔

"ہم آگئے ہیں امی جان۔" آفتاب نے پرجوش لہجے میں کہا اور ہم چاروں اندر کی طرف دوڑے۔ ابا جان، اکبر راٹھور کو ڈرائنگ روم کی طرف لے چلے۔

امی جان کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ ہم سے لپٹ گئیں اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولیں:

"لڑکو! تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمے ہی ہو۔" اور ہماری آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ تھوڑی دیر بعد ہم بھی ڈرائنگ روم میں چلے آئے اور امی جان باورچی خانے میں چائے وغیرہ بنانے چلی گئیں۔ ہم نے تو رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا:

"ہاں شوکی۔ اب تمام حالات تفصیل سے سناؤ۔ تاکہ اندازہ ہو سکے۔ یہ سب چکر کیا ہے۔" اکبر راٹھور بولے۔

"جی بہتر۔" میں نے کہا اور ایک ایک بات تفصیل سے بتاتا چلا گیا۔

"اس کا مطلب ہے۔ کوئی شخص یہ چاہتا ہے۔ تم یہ

راز ہرگز معلوم نہ کر سکو کہ سہراب بھائی نے اپنی دولت صبوری میاں کو کیوں دے دی۔ اس لیے اس نے تم لوگوں کو چوری کے مقدمے میں الجھانے کی کوشش کی۔ اور وہ شخص صبوری میاں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" اکبر راٹھور بولے۔

"جی ہاں۔ بالکل یہی بات ہے، لیکن ہم پھر بھی یہ راز معلوم کر کے رہیں گے۔ کیونکہ یہ واحد کیس ہے۔ جو ہم کئی موکلوں کے کہنے پر حل کر رہے ہیں۔" آفتاب مسکرایا۔

"اب جب کہ گل دانوں والا کیس فرضی ثابت ہو گیا ہے۔ کیا پولیس صبوری میاں سے پوچھ گچھ کرے گی؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو کہہ دیں گے کہ ہمارے گل دان چوری ہوئے۔ ہم نے رپورٹ درج کرا دی۔ اب وہ کہاں سے ملے کیسے ملے۔ اس کا انہیں کیا پتا۔ ہاں اگر ہم اس فرضی دیہاتی کو پکڑ لیتے تو ضرور ان کے خلاف کچھ ثابت کر سکتے تھے۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم ان سے نبٹ لیں گے۔"

"میں تو کہتی ہوں۔ اس کیس پر لعنت بھیجو۔" دروازے کے باہر سے امی جان کی آواز سنائی دی اور ہم مسکرا

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

دیے۔

"دیکھ لیجیے امی جان۔ چار چار ہوٹلوں سے معاوضہ ملے گا ہمیں۔"

"بھاڑ میں جائے معاوضہ۔ لو کھانے اور چائے کی ٹرے پکڑ لو۔"

میں مسکراتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

○

دوسری شام ہم دفتر میں موجود تھے۔ اچانک ایک آدمی دروازے پر نمودار ہوا اور پُرسکون آواز میں بولا:

"شوکی اینڈ کو کا دفتر یہی ہے نا۔"

"جی ہاں۔ بالکل یہی ہے۔ فرمائیے۔ ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں۔"

"آپ کو مسٹر فونڈا نے بلایا ہے۔ انہیں رات والے واقع کی اطلاع ہو گئی ہے۔ وہ ہوٹل گرین کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا ہے، اب وہ اس ہوٹل میں نہیں رہیں گے۔ لیکن اس سے پہلے وہ آپ لوگوں سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم ابھی تیار ہو کر آتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن انہوں نے کہا تھا کہ میں آپ لوگوں کو ساتھ لے کر ہی آؤں۔"

"خیر۔ ہم آپ کے ساتھ ہی چلے چلتے ہیں، لیکن ہمیں لباس تبدیل کرنے میں کچھ دیر لگ جائے گی۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے کہا۔

ہم اُٹھ کر اندر آئے۔

"کیا خیال ہے۔ یہ بھی کوئی چال نہ ہو۔" میں بولا۔

"ہاں، اس کا زبردست امکان ہے۔"

"ہمیں اس کے ساتھ جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"اس صورت میں ہم کیس کی تہہ تک کس طرح پہنچیں گے۔" اشفاق بولا۔

"تو پھر ایسا کرتے ہیں۔ انکل کاشان کو اطلاع دے دیتے ہیں۔ اگر ہماری واپسی نہ ہوئی تو ہوٹل گرین پہنچ جائیں۔" میں نے تجویز پیش کی۔

"ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔" اخلاق نے تائید کی اور میں فون پر جت گیا۔ وہ تینوں لباس بدلنے لگے۔ فون سے فارغ

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

ہو کر میں نے لباس تبدیل کیا۔ اور دفتر میں آئے۔

"چلیں:" اس نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"جی ہاں چلیے۔ ہم تیار ہیں۔"

باہر نکل کر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے اور ہوٹل گرین کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم چاروں پچھلی سیٹ پر تھے، جب کہ وہ شخص جو ہمیں بلانے آیا تھا، ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر تھا۔ اچانک وہ ہماری طرف مڑا۔ اس کا ہاتھ سیٹ کی پشت پر ٹک گیا۔ ہاتھ پر رومال ڈھکا ہوا تھا۔

"یہ دیکھ رہے ہو۔ کیا ہے۔"

"ج۔ جی ہاں۔ یہ ایک رومال ہے۔" میں بولا۔

"اور رومال کے نیچے؟" اس نے پوچھا۔

"صاف ظاہر ہے۔ رومال کے نیچے آپ کا ہاتھ ہے۔"

"اور ہاتھ میں کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"معاف کیجیے گا جناب۔ ہم نجومی نہیں ہیں۔" آفتاب جل کر بولا۔ ہم چاروں پوری طرح اس کے ہاتھ کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"ہاتھ میں۔ میں خود تم لوگوں کو بتا دیتا ہوں۔ ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔ اس میں ایک چھوٹا سا بالکل

اصلی پستول ہے۔"

"بہت خوشی کی بات ہے۔ ارے کیا کہا۔ پستول۔" آفتاب چلا اٹھا۔

"ہاں۔ شور نہ مچاؤ۔ یہ پستول اسی لیے تو ہے کہ تم شور نہ مچاؤ۔"

"بہت اچھا۔ نہیں مچائیں گے شور۔" اشفاق نے جلدی سے کہا۔

"یہ ہوئی نا بات۔" وہ مسکرایا۔

"تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"یہ چاہتے ہیں کہ ہم تمہیں جہاں لے جائیں۔ وہاں تک چپ چاپ چلے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔ لیکن وہاں لے جا کر کیا کرو گے۔"

"تم لوگوں سے کچھ باتیں کرنا ہیں۔ ایک سودا طے کرنا چاہتے ہیں۔"

"سودا۔ کیسا سودا۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"بہت اچھا سودا۔ اگر تم نے منظور کر لیا تو فائدے میں رہو گے۔"

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے کہ ہم فائدے میں رہیں۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

گے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

اب جو میں نے راستے کی طرف توجہ دی تو گھبرا کر بولا:

"ارے ارے۔ یہ تم کہاں جا رہے ہو۔ یہ راستہ ہوٹل گرین کی طرف تو جاتا نہیں۔"

"تو ہم نے کب کہا ہے۔ ہوٹل گرین کی طرف جانا ہے۔" وہ بولا۔

"تو آپ ہمیں کہیں اور لے جانا چاہتے ہیں۔"

"بالکل۔ بہت دیر بعد سمجھے۔"

ہم سکتے میں آ گئے۔ اب ہم انکل کاشان کی مدد حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہماری طرف سے کوئی اطلاع نہ ملنے کی صورت میں وہ ہوٹل گرین کی طرف ہی جاتے۔ جب کہ وہاں ہمارے ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" میں بڑبڑایا۔

"کیا اچھا نہیں ہوا۔" وہ بولا۔

"آپ ہمیں کسی اور جگہ لے جا رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے تھا۔ سودا ہوٹل گرین میں ہی طے کرتے۔"

"ابھی ہمارا پولیس کے ساتھ جھگڑنے کا کوئی ارادہ نہیں، ورنہ ہم ایسا ہی کرتے۔" وہ ہنسا۔

"اور یہ سودا کس قسم کا ہے۔"

"ایک بہت بڑا سودا۔ تم لوگوں کو یہ جاسوسی چکر چلانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"معاف کیجیے گا جناب۔ ہم جاسوسی چکر چلاتے نہیں، لوگوں کو جاسوسی چکروں سے نجات دلاتے ہیں۔" میں نے برا سا منہ بنایا۔

اس وقت تک ٹیکسی شہر سے باہر جانے والی سڑک پر مڑ چکی تھی۔ ہم چونک اٹھے۔

"اوہو۔ ان لوگوں کا پروگرام تو اسی مکان میں جانے کا ہے۔ گویا یہ ہمیں وہاں پھر قید کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے کانپ کر کہا۔

"ارے نہیں۔ یہ بات نہیں۔"

"تو پھر کیا بات ہے؟"

"اس قدر بے چین ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ چند منٹ اور صبر کرو۔"

"بہت بہتر۔ صبر کی کیا بات ہے۔ صبر تو ہم گھنٹوں کر سکتے ہیں۔" اشفاق نے کہا۔

ایک گھنٹے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے اس مکان کی طرف راستہ جاتا تھا، لیکن ٹیکسی اس راستے کی طرف مڑنے کی بجائے برابر آگے بڑھتی چلی گئی۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"ارے ارے۔ بھئی وہ مکان تو پیچھے رہا جاتا ہے؟"

"ارے پیچھے رہ ہی جانا چاہیے۔ کیونکہ وہ اب پولیس کی نظروں میں آچکا ہے۔"

"تو کیا ہوا۔" اخلاق نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"یعنی کچھ ہوا ہی نہیں۔ ہم تم لوگوں کو پولیس سے بچانا چاہتے ہیں۔" اس نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

"ہمیں یا خود کو؟" آفتاب جل کر بولا۔

"اب تمہیں کون سمجھائے۔ ہم یہ سب چکر صرف اور صرف تم لوگوں کے لیے کر رہے ہیں۔" اس نے بھی بُرا سا منہ بنایا۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا۔

پندرہ منٹ اور سفر جاری رہا۔ آخر اس نے کہا:

"لو بھئی۔ ہم پہنچ گئے۔"

ہم نے دیکھا۔ ٹیکسی بائیں طرف ایک کچی سڑک پر اُتر رہی تھی۔

"کیا ادھر بھی کوئی مکان ہے؟"

"ہاں!" وہ بولا۔

"آخر ایسے کتنے مکانات کا بندوبست کر رکھا ہے تم لوگوں نے۔"

"پولیس سے بچنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا۔"

"ایسے کام کرتے ہی کیوں ہو کہ پولیس سے بچتے پھرو۔" اشفاق نے جھلا کر کہا۔

دور درختوں کے درمیان ہمیں ایک مکان کی جھلک نظر آنے لگی۔ رفتہ رفتہ پورا مکان دکھائی دینے لگا اور پھر ٹیکسی اس کے قریب جا کر رُک گئی:

"آؤ بھئی۔ اب نیچے اتر آؤ۔"

ہم نیچے اُترے۔ ٹیکسی ڈرائیور جوں کا توں بیٹھا رہا، دوسرا ہمیں مکان کی طرف لے چلا۔ اس نے دستک دی ہی تھی کہ دروازہ کُھل گیا۔ کمرے میں تین غنڈہ نما آدمی بیٹھے تھے۔ مکان کچا تھا۔ لکڑی کی کرسیاں پُرانی طرز کی تھیں۔

"لو بھئی۔ میں ان لوگوں کو لے آیا۔"

"یہ ہاتھ پر رومال کیسا لے رکھا ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اس رومال کے ذریعے ان لوگوں کو خاموش رہنے پر مجبور کر دیا تھا میں نے۔"

"رومال کے ذریعے۔ یہ رومال سے بھی ڈرتے ہیں۔" دوسرے نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں۔ بہت بُزدل ہیں۔ صرف ایک رومال سے ڈر کر یہاں تک آگئے۔"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے جناب۔ ہم رومال سے ڈر کر نہیں، پستول سے ڈر کر آئے ہیں۔" میں بولا۔

"پستول۔ کیسا پستول۔ کہاں ہے پستول۔" یہ کہتے ہوئے اس نے رومال ہاتھ پر سے اتار دیا۔ ہم نے دیکھا۔ اس کا ہاتھ پستول کے انداز میں اٹھا ہوا تھا۔ شہادت کی انگلی آگے نکلی ہوئی تھی۔ گویا اس کے پاس پستول نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

اسی وقت باہر ایک کار رکنے کی آواز سنائی دی۔

گڈ انکل

"شاید باس آ گئے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"چلو اچھا ہے۔ جلدی فارغ ہو جائیں گے۔"

دروازہ زور دار آواز کے ساتھ کھلا۔ ہم نے بوکھلا کر ادھر دیکھا۔ ہمارے سامنے صبوری میاں کھڑے تھے۔

"صبوری میاں۔ آپ اور یہاں۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں۔ میں۔ مجھے آنا ہی پڑا۔ تم لوگ بہت تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ مجھے ڈر محسوس ہوا۔ کہیں تم یہ راز جان ہی نہ لو۔ اسی لیے تمہیں اغوا کرا کے اس مکان میں بند کروایا۔ لیکن تم لوگ وہاں سے بھی بھاگ نکلے۔ چنانچہ پھر جال پھیلایا اور اس طرح تم لوگ یہاں نظر آ رہے ہو۔"

"بہت بہت شکریہ۔ آپ کو ہمارے لیے بہت تکلیف اٹھانا پڑی۔ آخر اتنے پاپڑ بیلنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم کیا بگاڑ

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

لیتے آپ کا۔"

"پتا نہیں۔ تم لوگوں میں کیا بات ہے۔ میں خوف زدہ ہو گیا تھا تم سے۔" اس نے کہا۔

"آپ۔ یعنی کہ آپ اور ہم سے خوف زدہ ہو گئے تھے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں بالکل۔ یہی بات ہے۔"

"کمال ہے۔ ہم سے تو کوئی گرا پڑا مجرم بھی خوفزدہ نہیں ہوتا۔ آپ تو اچھے بھلے کھرے مجرم ہیں۔" آفتاب نے کہا۔

"کھرے مجرم۔ کیا مطلب۔" صبوری میاں نے حیران ہو کر کہا۔

"چلیے۔ نہیں ہوں گے۔"

"لیکن آپ کے آدمی تو کسی سودے کی بات کر رہے تھے۔" میں جلدی سے بولا۔

"ہاں! سودا ابھی طے ہو سکتا ہے۔ اگر تم نے منظور کیا۔"

"منظور کیوں نہیں کریں گے۔"

"مجھے اپنے ایک ساتھی کا انتظار ہے۔ اس کے آنے پر بات ہو گی۔"

"جی بہتر۔ کاش ہمارے ساتھی بھی یہاں آ جائیں۔" آفتاب بولا۔

"کیا مطلب۔ کیا تم نے بھی کسی کو بلا رکھا ہے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ اطلاع ضرور دی تھی کہ ہمیں ہوٹل گرین سے جایا جا رہا ہے۔ یہاں کے بارے میں تو ہمارے دشمنوں کو بھی معلوم نہیں تھا۔ لہذا ہمارے ساتھی تو بس ہوٹل گرین کی طرف چلے جائیں گے اور پھر شہر میں تلاش شروع کرا دیں گے۔ اور زیادہ کریں گے تو اس پہلے مکان تک ہو آئیں گے۔" میں نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"مسٹر شوکی۔ تم تو مایوس ہو گئے۔"

"تو آپ کے خیال میں مجھے کیا ہونا چاہیے۔" میں نے منہ بنایا۔

"بھئی ہمت کرو۔ آخر تم ایک جاسوس ہو۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"جی ایک نہیں۔ ہم تو چار جاسوس ہیں۔"

"تم نے یہ پیشہ اختیار کرنے کے لیے کہا کس نے تھا۔ اس پیشے میں دلیری کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ تمہارے پاس ہے نہیں۔"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"اب کیا کیا جائے۔ بازار میں تو ملتی نہیں۔ ورنہ خرید ہی لیتے۔ رہی پیشہ اپنانے کی بات تو روزی کمانے کے لیے کچھ نہ کچھ ہاتھ پیر تو مارنا ہی پڑتے ہیں۔"

"تو کوئی محنت مزدوری کر لیتے۔"

"بس جی۔ ہر آدمی کے رجحان کی بات ہے۔ ہمیں یہی کام پسند آیا ہے۔"

"مجھے تم پر بہت ترس آ رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کرو۔ دوسری دُنیا کا ٹکٹ کٹا کر ان کی آنکھوں میں خون کے آنسو نہ دے جاؤ۔"

"بھلا ہم کیوں ایسا کرنے لگے۔ آپ کا پروگرام ہو تو بات دوسری ہے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ کہ تم لوگ ہم سے سودا کر لو اور امن اور سکون سے زندگی کے دن گزارو۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے آپ سودے کی تفصیل بتائیے۔"

"ابھی نہیں۔ جب تک میرا ساتھی نہیں آ جاتا۔ اس وقت تک میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ ہو سکتا ہے۔ وہ سودے کی سرے سے مخالفت کرے۔ اور دوسری ترکیب پر ہی عمل کرنے پر ضد کرے۔"

"دوسری ترکیب کون سی؟"

"یہ کہ تمہارا کانٹا ہی نکال دیا جائے۔" وہ مسکرایا۔

"ہمارا کانٹا نکال کر آپ نقصان میں رہیں گے۔ مظلوموں کا خون رنگ لاتا ہے۔ ہمارا خون آپ کو چین نہیں لینے دے گا۔"

"اسی لیے ہم ان چار آدمیوں کو ساتھ لائے ہیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ اگر نوبت کانٹا نکالنے کی آئی تو یہ نکالیں گے۔ ہم تو یہاں ہوں گے ہی نہیں اس وقت۔"

"اچھا خیر۔ جو خدا کو منظور۔" اشفاق نے بے چارگی کے عالم میں کندھے اچکائے۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ہم نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی صبوری میاں کے منہ سے نکلا:

"میرا ساتھی آ گیا ہے۔ جاؤ۔ روشن۔ دروازہ کھول دو۔"

روشن اس نے اس آدمی کو کہا تھا۔ جو ہمیں دفتر سے لے کر یہاں تک پہنچا تھا۔ یعنی رومال والا۔ وہ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اب ہم سب دروازے کی طرف متوجہ تھے۔ روشن نے دروازہ کھول دیا اور پھر صبوری میاں کا ساتھی اندر داخل ہوا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

○

"ارے، یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟" اس کے ساتھی نے ہمیں حیرت زدہ انداز میں دیکھا۔

ادھر ہم نے اس کے ساتھی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ شاید یہ لمحہ ہماری زندگی کے حیران کن ترین لمحات میں سے ایک تھا۔ اس کے ساتھی کے چہرے پر ایک بجھی بجھی سی مسکراہٹ تھی۔ وہ کچھ تھکا ہوا نظر آ رہا تھا۔ آتے ہی ایک کرسی میں گر گیا اور بولا:

"صبوری! تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

"اس لیے سہراب کہ یہ سب کیا دھرا تمہارا ہے، میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ اس شہر سے کہیں بہت دور چلے جاؤ۔ تاکہ اس کہانی کو بار بار دہرایا نہ جا سکے۔ لوگ اُلجھن کا شکار نہ ہو سکیں اور ہمارے بارے میں نہ سوچیں، لیکن تم نے شہر نہ چھوڑا، سونے پر سہاگا یہ کہ ان جاسوس کے بچوں کو تاؤ دلایا کہ یہ راز نہیں جان سکتے۔ یہ بھی ایک بات کے دھنی ہیں۔ جس چیز کے پیچھے پڑ گئے، پڑ گئے۔ انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور ہوٹل تک پہنچ گئے۔ اب مجھے ڈر محسوس

ہوا کہ کہیں یہ واقعی راز معلوم کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے انہیں اغوا کرا لیا، لیکن یہ اس مکان سے بھی بھاگ نکلے، ادھر میں پہلے ہی ان کے خلاف چوری کی رپورٹ درج کرا چکا تھا۔ تاکہ اگر یہ کسی طرح واپس آ جائیں تو بھی پولیس کے چکر میں پڑ جائیں۔ پھر ان کے بھاگ نکلنے کی اطلاع ملتے ہی میں نے ہوٹل کے تین گل دان اس مکان میں رکھوا دیے، رپورٹ بھی ان کی چوری کی ہی لکھوائی تھی۔ لیکن یہ لوگ چوری کے الزام سے بھی بچ نکلے۔ اب میں کیا کرتا، پھر انہیں پکڑنا پڑا۔ اس مکان میں تو انہیں لے جا نہیں سکتا تھا، لہٰذا انہیں یہاں پہنچانے کی ہدایت دی۔ تمہیں پیغام بھیجا اور خود بھی یہاں آ گیا۔ اگرچہ یہ ابھی تک کوئی خاص بات معلوم نہیں کر سکے، لیکن اگر یہ اس طرح کام کرتے رہے تو راز معلوم کرنے میں یقیناً کامیاب ہو جائیں گے۔ لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ ایک دوسری ترکیب یہ ہے کہ ان سے سودا کر لیا جائے۔ اگر یہ خاموش رہنا اور مزید تفتیش نہ کرنے کا وعدہ کر لیں تو انہیں چھوڑا بھی جا سکتا ہے، لیکن اس صورت میں انہیں ضمانت دینا ہوگی۔ اب تم کہو۔ کیا کہتے ہو؟" یہاں تک کہہ کر صبوری میاں خاموش

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

ہو گیا —

اب سہراب بھائی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی —

"میرے خیال میں تو ان سانپ کے بچوں کو چھوڑنا خطرناک ہو گا — انہیں جب بھی موقع ملا، ڈسے بغیر نہیں رہیں گے، لہذا انہیں ختم ہی کرنا ہو گا، تم تو مجھے صرف یہ بتاؤ کہ مجھے یہاں کیوں بلایا ہے — ان کا کام تمام تو تم میری مدد کے بغیر بھی کر سکتے تھے۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے — ان کا مسئلہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں — لیکن چونکہ یہ اُلجھن تمہاری وجہ سے پیش آئی ہے، اس لیے اس کا ہرجانہ بھی تمہی کو ادا کرنا ہو گا۔"

"ہرجانہ — اوہ سمجھا — تو تم نے مجھے اس غرض سے بلایا ہے — تم جانتے ہی ہو صبوری — کہ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں، جو کچھ تھا تمہیں دے چکا — میں تو اب فٹ پاتھوں پر روٹی کھاتا ہوں — پھر بھی خوش ہوں کہ آزاد فضا میں تو کھاتا ہوں۔"

"ہاں، اس آزادانہ فضا میں رہنے کی تمہیں کچھ اور قیمت ادا کرنا ہو گی۔" صبوری نے مسکرا کر کہا۔

"کچھ اور قیمت — بھئی میں کہہ چکا ہوں — میرے پاس —"

"بالکل غلط — ابھی تمہارے پاس ہیرے کی انگوٹھی باقی

ہے — مہربانی فرما کر یہ انگوٹھی مجھے دے دو — اس صورت میں ہم اچھے دوست رہ سکتے ہیں۔"

"ہوں — اور اگر میں یہ نہ دوں تو؟"

"تب مجھے غور کرنا ہو گا کہ اس صورت میں کیا کیا جائے گا —"

"بہتر ہو گا — پہلے تم غور کر لو — مجھے بتا دو — اس کے بعد میں اپنا فیصلہ تمہیں سناؤں گا —"

صبوری میاں سوچ میں ڈوب گیا، آخر بولا:

"نہیں دوست تمہیں انگوٹھی دینا ہی ہو گی — نہیں دو گے، تب بھی میں حاصل کر کے رہوں گا۔"

"کیسے؟" سہراب نے پوچھا۔

"تم دیکھ نہیں رہے — اس وقت میرے آدمیوں کے گھیرے میں ہو اور ان کے پاس پستول بھی ہیں۔"

"گویا تم زبردستی انگوٹھی حاصل کرو گے۔" سہراب کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں! مجبوری ہے۔" صبوری مسکرایا۔

"اچھا — یہ لو انگوٹھی اور اب مجھے اجازت دو — میں ان لوگوں کی موت کا منظر نہیں دیکھ سکوں گا۔" اس نے انگوٹھی انگلی میں سے نکالتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی اس نے انگوٹھی

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

صبوری کی طرف اچھال دی ــــ

"شکریہ سہراب ــ تم واقعی ایک اچھے دوست ہو، لیکن مجھے افسوس ہے ــ تم جا نہیں سکتے۔"

"کیا مطلب ؟" سہراب چونکا۔

"مطلب یہ کہ اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا ــــ تمہارا زندہ رہنا راز ظاہر ہونے کے برابر ہے ــ اور اگر راز ظاہر ہو گیا تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا ــ اور میں یہ کسی طرح بھی پسند نہیں کرتا کہ راز ظاہر ہو ــ لہذا روشن ــــ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سہراب کو ان لوگوں سے پہلے ختم کر دو ــ"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا ــ ان سب نے بوکھلا کر دیکھا اور پھر ان کے رنگ اُڑ گئے ــ پولیس ان کے سامنے تھی ــــ

"مکان کو پوری طرح گھیرے میں لیا جا چکا ہے ــ تم لوگ کسی صورت بھی بچ کر نہیں جا سکو گے ــ لہذا بہتر یہی ہے کہ ہتھیار پھینک دو اور خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔"

انکل کاشان کی آواز ہمارے کانوں میں گویا شہد ٹپکا گئی ــ ہمارے چہرے کھل اُٹھے ــــ

O

"ارے انکل ــ آپ یہاں تک کس طرح پہنچ گئے ؟"

"تمہارے فون کی مہربانی سے ــ فون ملتے ہی میں پولیس اسٹیشن سے نکل کھڑا ہوا ــ اور سیدھا تمہارے دفتر پہنچا، اس وقت تم لوگ روانہ ہو رہے تھے، لہذا میں نے خاموشی سے تعاقب کرنے کی ٹھانی ــ نتیجہ یہ کہ ہم یہاں موجود ہیں ــ"

"ویری گڈ انکل ــ انکل ہو تو آپ جیسا۔" آفتاب چہکا۔

"تم لوگ کس سوچ میں ہو ــ ابھی تک ہتھیار نہیں ڈالے۔" انکل کاشان غرائے۔

اور پھر پستول گرنے کی آوازیں سنائی دیں ــ جلد ہی ان سب کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آئیں ــ پندرہ منٹ بعد یہ قافلہ شہر کا رُخ کر رہا تھا ــ پولیس اسٹیشن پہنچتے ہی انکل کاشان نے کچھ اور لوگوں کو بھی بلا لیا ــ ان میں اکبر راٹھور، ابا جان اور جلالی نور بھی تھے ــ ان سب کو سارے حالات سنائے گئے ــ اور پھر صبوری اور سہراب سے سوال کیا گیا :

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"یہ سب آخر چکر کیا ہے۔ راز کیا ہے؟"

"راز تو تم لوگ قیامت تک معلوم نہیں کر سکو گے۔" صبوری نے غرّا کر کہا۔

"بھئی۔ اتنا لمبا دعویٰ نہ کرو۔ کیا تم قیامت تک زندہ رہو گے۔" آفتاب نے منہ بنایا اور ہم مسکرانے لگے۔

راز اگلوانے کے لیے ان پر سختی کرنا پڑی۔ لیکن انہوں نے پھر بھی منہ نہ کھولے۔ یہاں تک کہ انہیں شکنجوں میں کسا گیا، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر میں برداشت نہ کر سکا۔ بول اٹھا:

"رہنے دیجیے انکل۔ اس قسم کی کوششوں کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"تب پھر کس قسم کی کوششوں کی ضرورت ہے؟"

"آپ ہمیں صرف اتنا بتا دیں کہ انسپکٹر جلالی نور صاحب کس شہر سے تبدیل ہو کر یہاں آئے تھے۔"

"کک۔ کیا مطلب۔ اس معاملے سے میرا کیا تعلق۔" جلالی نور نے ہکلا کر کہا۔

"تعلق کی بات نہیں۔ میں نے صرف یہ پوچھا ہے کہ آپ کس شہر سے تبدیل ہو کر یہاں آئے تھے۔"

"راون پور سے۔" اس نے جواب دیا۔

"شکریہ۔ بس انکل۔ ان دونوں یا ایک کا تعلق راون پور سے ہے۔ کیونکہ انکل جلالی نور کا کہنا ہے کہ صبوری میاں ان کے دوست ہیں۔"

"بھئی یہ تو میں نے مذاق میں کہا تھا۔" جلالی نور نے بوکھلا کر کہا۔

"اسی وقت راون پور کی جیل کے سپرنٹنڈنٹ سے بات کی جائے۔ صبوری کا حلیہ بتا کر پوچھا جائے کہ اس نام اور حلیے کا آدمی جیل میں تو نہیں رہا اور اگر رہا ہے تو کتنے عرصے تک اور کس جرم میں۔" یہ کہتے وقت مجھے جلالی نور کا جج۔ جج کہنا یاد آ رہا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" صبوری نے مجھے گھورا۔

"اگر کوئی بات نہیں ہوئی تو مجھے گھورنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

ادھر انکل کاشان راون پور فون کر رہے تھے۔ انہوں نے پندرہ منٹ تک فون پر بات کی اور پھر ریسیور رکھتے ہوئے بولے:

"بڑی حیرت انگیز بات معلوم ہوئی ہے۔ شوکی۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس پر ہے کہ تمہیں اس دوسرے شہر سے صبوری کا تعلق ہونے کا خیال کس طرح آیا۔"

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

"اس کی وجہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تو آپ یہ بتائیں کیا بات معلوم ہوئی ہے؟"

"صبوری اور سہراب نے راون پور کے سب سے بڑے رئیس کے گھر ڈاکا ڈالا تھا، اس ڈاکے میں رئیس صبوری کے ہاتھوں مارا گیا۔ سہراب موقعے سے فرار ہوگیا، لیکن صبوری رئیس کے ملازمین کے قابو میں آ گیا۔ اس طرح اسے بیس سال قید با مشقت سزا ہوئی۔ اس نے بیس سال راون پور کی جیل میں کاٹے۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد اس نے سہراب کے بارے میں پتا چلانے کی مہم شروع کر دی۔ پھر یہ یہاں آیا۔ سہراب اس وقت ڈاکا زنی چھوڑ کر ہوٹل گرین چلا رہا تھا اور کروڑوں میں کھیل رہا تھا۔ زیادہ رقم ڈاکا زنی سے کمائی ہوئی تھی۔ صبوری اس کے سامنے آیا اور سہراب کا رنگ اُڑ گیا۔ صبوری نے اس سے کہا۔

"دیکھو دوست۔ میں تو بیس سال کی سزا کاٹ چکا۔ ادھر تم نے اتنا عرصہ عیش میں گزارا ہے۔ لہٰذا تمہارے لیے دو ہی صورتیں ہیں، یا تو سب کچھ چھوڑ کر الگ ہٹ جاؤ۔ اور اب مجھے عیش کرنے دو۔ ورنہ دوسری صورت یہ ہے کہ میں پولیس کو تمہارے بارے میں سب کچھ بتا

دوں گا۔ اس طرح بھی یہ ساری دولت تمہارے ہاتھ سے جائے گی۔ لیکن صرف دولت ہی نہیں جائے گی۔ تم خود بھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلے جاؤ گے۔ اب فیصلہ کرلو، سوچ لو کہ کیا کرنا ہے۔"

سہراب سوچ میں ڈوب گیا۔ صبوری ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ آخر اس نے سب کچھ صبوری کے نام کر دیا۔ بطور تحفہ اسے سب کچھ دے دیا۔ بس ہیرے کی ایک انگوٹھی یہ کہہ کر بچا لی کہ وہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ حالانکہ میرا خیال ہے۔ یہ انگوٹھی بھی ڈاکے میں ہاتھ آئی ہوگی۔ کیوں سہراب بھائی۔ یہ اندازے غلط تو نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ بالکل درست ہیں۔ اب جب کہ تمہیں اتنی باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ میں ان میں تھوڑا سا اضافہ کر دوں۔ دراصل پہلے ہم دونوں اس شہر میں رہا کرتے تھے۔ مل کر ڈاکے ڈالتے تھے اور دولت اس جنگل والے مکان میں رکھا کرتے تھے۔ وہاں ہم نے اپنی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ دونوں الگ الگ کمرے میں اپنی دولت رکھتے تھے۔ ہمیں راون پور کے رئیس کی دولت کا حال معلوم ہوا تو اس کے ہاں ڈاکے کا پروگرام بنایا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

اسے مارنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ بس وہ اچانک سامنے آ گیا اور مارا گیا۔ میں بھاگ نکلا۔ صبوری پھنس گیا۔ اب چونکہ وہ جیل جا چکا تھا۔ لہٰذا میں نے اپنے اور اس کے حصے سے کاروبار شروع کر دیا۔ یہ ہے کل کہانی۔"

"گویا قصہ ختم ہوا۔ اب تم دونوں ایک بار پھر جیل جاؤ گے۔ اور اپنے کیے کی سزا بھگتو گے۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد صبوری کو چاہیے تھا۔ ایماندارانہ زندگی گزارتا اور محنت مزدوری کرتا۔ لیکن اس نے پھر اسی دولت کو حاصل کرنے کا منصوبہ بنا ڈالا۔ اور یہ دن دیکھنا پڑا۔" میں کہتا چلا گیا۔

"اور ہمیں بھی تو یہ دن دیکھنا پڑا۔ ہمارے لیے بھی تو یہ دن بہت سخت دن تھا۔ حوالات میں ہمیں بند کیا گیا۔ اغوا کر کے مکان میں ہمیں بند کیا گیا۔ اور اب دوسری بار پھر اغوا کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کی سوچی جا رہی تھی۔ وہ تو خدا بھلا کرے انکل کاشان کا۔ اگر یہ عین وقت پر نہ آتے تو اس وقت ہم تو جا چکے تھے کام سے۔" آفتاب جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔ انداز بڑی بوڑھیوں کا سا تھا۔ سب لوگ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ اُدھر انکل کاشان مجرموں کو اٹھا رہے

تھے۔

"اور اب ہمیں اس کیس کے معاوضے حاصل کرنے ہیں۔ یہ انگوٹھی تو ہم وصول نہیں کر سکتے۔ کیونکہ چوری کی ہے۔ رہ گئے گل جان اور فونڈا صاحب۔ ان میں گل جان غریب آدمی ہے۔ اسے مفت میں ہی راز بتائے دیتے ہیں، ہاں مسٹر فونڈا سے ضرور معاوضہ وصول کریں گے۔ کیوں بھئی۔ کیا خیال ہے۔" آفتاب نے شوخ لہجے میں جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ آخر ہمیں کسی نہ کسی سے تو معاوضہ لینا ہی ہو گا۔ ورنہ یہ کیس تو بالکل مفت کا کیس بن جائے گا۔" اشفاق نے کہا۔

"تو پھر آؤ چلیں۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھہ ٹھہرو بھئی۔ ایک بات میری بھی سنتے جاؤ۔" سہراب نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اب آپ کے پاس کہنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔" اخلاق کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"یہ کہ۔ میں نے انگوٹھی کے بارے میں جھوٹ نہیں بولا تھا، یہ واقعی میری ماں کی نشانی ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ یہ اصلی ہیرے کی نہیں ہے۔ اس میں نقلی ہیرا لگا ہوا ہے،

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/

لیکن چونکہ ماں کی نشانی تھی۔ اس لیے یہ میرے لیے اصلی ہیرے کی انگوٹھی سے بھی زیادہ قیمتی تھی۔ اسی لیے میں نے اور تو سب کچھ دے دیا۔ یہ انگوٹھی صبوری کو نہیں دی۔"

"اوہ!" ہم سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ اور ہماری نظریں سہراب بھائی پر جم گئیں۔

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا

اور شوکی برادرز کا مشترکہ ناول

ناول نمبر 652

مشکل مجرم

مصنف: اشتیاق احمد

☆ ایک مشکل مجرم سے ملیے۔

☆ آپ خود کو بھی مشکل میں محسوس کریں گے۔

☆ اور کرداروں سے آپ کو ہر لمحہ ہمدردی محسوس ہوگی کہ آخر وہ مجرم تک کیسے پہنچیں گے۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq-ahmed-novels-fans-300064330101053/